اجابة الغوث

مصنف

فقیہ امت، شیخ طریقت و الحقیقت عارف باللہ

محمد امین المعروف علامہ ابن عابدین شامی حنفی قادری

مترجم

حضرت قاضی غلام محمود ہزاروی

ناشر

مکتبہ مجددیہ سلطانیہ ملک پلازہ دینہ ضلع جہلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا ۔ النازعات، آیت ۵، پارہ ۳۰

ترجمہ:۔ پھر (حسبِ حکم) ہر کام کا انتظام کرنے والے ہیں۔

اِجَابَۃُ الغَوث

بیانِ حالِ النقباءِ والنجباءِ والابدال والاوتاد والغوث

مصنف:۔ فقیہہ الامت، شیخ الطریقت والحقیقت، عارف باللہ
محمد امین المعروف علامہ ابنِ عابدین شامی صاحبِ فتاویٰ رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب ہزاروی

ناشر:۔ مکتبہ مجددیہ سلطانیہ ملک پلازہ دینہ ضلع جہلم

نام کتاب .... اجابۃ الغوث
مصنف .... علامہ ابن عابدین شامی صاحب فتاویٰ رحمۃ اللہ علیہ
مترجم .... حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب ہزاروی
ناشر .... مکتبہ مجددیہ سلطانیہ ملک پلازہ دینہ ضلع جہلم
قیمت ....

فہرست مندرجاتِ کتاب

	نمبر صفحہ
حالات علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ	م
خطبۂ کتاب	۱
سببِ تصنیفِ کتاب	۲
کتاب کا نام	″
پہلا باب ، اقطاب ، ابدال ، اوتاد ، نجباء ، نقباء کی صفات ، حالات ، اور جائے رہائش کے بیان میں	۴
قطب کا لغوی و اصطلاحی معنی ، قطب کی وجہِ تسمیہ	″
قطب متصرفِ جہان ہوتا ہے	″
قطب کی قسمیں ، تمام مخلوقات کی نسبت سے	″
قطب خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں	۵
قطبِ مطلق ہر دور میں ایک ہی ہوتا ہے	″
قطب اور غوث دونوں کا مصداق ایک ہی شخصیت ہوا کرتی ہے	″
بعض اقطاب خلافتِ باطنی کے ساتھ ساتھ حکومتِ ظاہری بھی رکھتے ہیں	″
تمام خلفاء راشدین اقطاب تھے	″
رجالِ غیب کی وجہِ تسمیہ	″
قطب کو شرق ، مغرب ، شمال و جنوب تمام جہان میں گھومنے پھرنے کی طاقت عطا ہوتی ہے	۶
قطب کے حالات کو لوگوں سے مخفی رکھنے کی وجہ	″
قطب تمام اہلِ جہان کو ایک نظر سے دیکھتا ہے	″
قطب کا اولیاء میں مقام	″

مندرجات

نمبر صفحہ

قطب کی ہستی کے ساتھ جہان کی درستگی وابستہ ہوتی ہے ———— ۶
حضورؐ کے عہدِ ظاہری میں قطب اویس قرنیؓ تھے ———— 〃
صحابہ کرام کے زمانہ کے بعد سب سے پہلے قطب عمرؓ بن عبدالعزیز تھے ———— 〃
قطب کے انتقال کے بعد کون اُس کا جانشین ہوتا ہے ———— 〃
قطب کے کتنے وزیر ہوتے ہیں ———— 〃
کونسا ولی عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے اور کونسا عالم مُلک کا ———— ۶/۷
ابدال کی تشریح اور اس کی وجہ تسمیہ ———— ۷
ابدال اگر کہیں جائے تو وہ اپنی جگہ پر کسی کو چھوڑ کر جایا کرتا ہے ———— 〃
حقیقت روحانی بعض اوقات جسمانی لباس بھی پہن لیا کرتی ہے ———— 〃
ابدال کی صفات، علامہ قاشانی کے کلام سے ———— ۸
بارگاہِ الٰہی میں ابدال کی عظمت و توقیر ———— 〃
ابدال کے طفیل بلائیں دُور ہوتی ہیں ———— 〃
بندہ کے صرف یادِ الٰہی میں مشغول ہونے کا انعام ———— 〃
حدیث قدسی کا مضمون ———— 〃
ابدال اور صالحین کے مقامات کی آپس میں کیا نسبت ہے ———— 〃
ابدال کا آخری درجہ قطب کا پہلا درجہ ہوتا ہے ———— 〃
ابدال کا جانشین کون ہوتا ہے؟ ابدال کی چالیس کی تعداد ہمیشہ پوری ہی رہتی ہے ———— ۹
امام غزالی کی احیاء العلوم کے حوالہ سے حضرت ابوالدرداءؓ کی حدیث میں ابدال کی عجیب صفات ———— 〃
تیس ۳۰ ایسے مرد جن کے دلوں میں ابراہیم علیہ السلام کا سا یقین جاگزیں ہوتا ہے ———— 〃

مندرجات

نمبر صفحہ

اَبدال کسی کی تحقیر نہیں کرتے، اور نہ ہی بُرائی چاہتے ہیں ——— ۱۰

دُنیا سے دُشمنی کا نتیجہ آخرت کی محبت، اور آخرت کی محبت کا نتیجہ دُنیا سے بے رغبتی ہے (حدیث) ——— ″

جیسا لطف اور مزہ خدا کے پسندیدہ کاموں کی چاشنی میں ہے ویسا مزہ دُنیا کی کسی چیز میں نہیں ——— ۱۱

بند کمرے کے اندر دلی کی غائبانہ آمد وحاضری ——— ″

چار کاموں سے ابدال بنا کرتے ہیں، اُن کی تفصیل، امام ابوطالب مکی کی کتاب قُوۃ القلوب کا حوالہ ——— ۱۱/۱۲

بند کمرے میں غیب سے آنے والا شخص ابدال تھا۔ ابنِ عربیؒ کا حوالہ ——— ۱۲

چار باتوں کو اپنائے بغیر خدا کا راستہ نہیں کُھلتا ——— ″

لفظ "اوتاد" کی تشریح، اور اس کی وجہ تسمیہ، اور اوتاد کی تعداد ——— ۱۳

اللہ تعالیٰ "اوتاد" کے ذریعہ مشرق، مغرب، جنوب، شمال کی حفاظت فرماتا ہے ——— ″

"اوتاد" کی اپنی اپنی ڈیوٹیاں اور پہرہ وچوکیداری ——— ″

"اوتاد" کے قلوب انبیاءؑ کے قلوب پر ہوتے ہیں اور ان کے ہر فرد کے لیے بیت اللہ شریف کا ایک رُکن مخصوص ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل ——— ″

"نجباء" کی لغوی و اصطلاحی تحقیق، اُن کی تعداد، اور اُن کی صفات ——— ″

"نجباء" کی جائے قیام کُرسی ہے اور اُنکو ستاروں کی حرکت کا گہرا علم ہوتا ہے ——— ″

نقباء کی تحقیقِ لفظی، مصداق، اُن کی تعداد، اور اُن کا علم، اس کی وسعت ——— ۱۴/۱۵

نقباء کا مقام صدیقیت اور نبوت کے درمیان ہے ——— ۱۵/۱۶

فصل:- ان اولیاء اللہ کی تعداد اور جائے سکونت کے بیان میں ——— ۱۶

نقباء، نجباء، ابدال، اخیار، اوتاد، غوث کی جائے سکونت ——— ″

مندرجات

نمبر صفحہ

عوام الناس کے معاملے میں کوئی حاجت پیش آئے تو اس کو بارگاہِ الٰہی ———— ۱۶
سے یہ مذکورہ اولیاء اللہ کس طرح پورا کروایا کرتے ہیں۔ اس کی صورت و کیفیت ———— ''
ان مذکورہ اولیاء اللہ کے بارے میں حضرت خضر علیہ السلام کا قول ———— ''
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر زمین بھی روئی تھی ———— ''
زمین بھی جانتی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے ———— ۱۶/۱۷
قیامت تک زمین ان اولیاء اللہ سے خالی نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ———— ۱۷*
بصورتِ انتقال ان اولیاء اللہ کی خانہ پُری کس طرح کی جاتی ہے ———— ''
صاحبِ مناصب اولیاء اللہ کی تعداد میں اختلاف کی وجہ ———— ''
دوسرا باب" اُن احادیث و آثار نبویہ کے بیان میں جو کہ ان مخصوص اولیاء اللہ
کے موجود ہونے، اور باقی مخلوق سے ان کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں ———— ۱۸
احادیث مرفوعہ سے ان صاحبِ مناصب اولیاء اللہ کی جائے رہائش کا بیان ———— ''
ابدال وغیرہ اولیاء اللہ کی نصرت مدد اپنے قرب جوار والوں کے لیے زیادہ ———— ۱۹
ہوتی ہے۔ گو وہ بالعموم سب کو شامل ہوتی ہے ———— ''
مافوق العادت امور میں اولیاء اللہ کی اعانت و امداد کا مسئلہ ———— ''
اولیاء اللہ کے گروہ ابدال کی صفات، عادات وغیرہ، بروایت حضرت علیؓ حدیث مرفوع سے ———— ۱۹/۲۰
ابدال اولیاء اللہ، دوسروں کے معاملات کی ٹوہ نہیں کیا کرتے بلکہ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں ———— ۲۰
اولیاء ابدال جو کچھ بھی پاتے ہیں وہ سخاوت اور اپنے پیشواؤں کی خیر خواہی سے پاتے ہیں ———— ''
عورتیں بھی ابدال ہوتی ہیں۔ بروایت حضرت انسؓ حدیث مرفوع سے ثابت ہے ———— ''

مندرجات	نمبر صفحہ
اولیٰ ابدال کا جنت میں داخلہ سخاوت اور دلوں کی صفائی سے ہوگا (حدیث نبویؐ)	۲۱
ابدال دوسرے مسلمانوں کی خیر خواہی کی وجہ سے جنت میں جائیں گے	"
زمین کبھی بھی چالیس ایسے مردوں سے خالی نہیں جو ابراہیم خلیل اللہ کی مثل ہوتے ہیں (حدیث نبویؐ)	"
حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ امام حسن بصریؒ بھی اُن پاکباز مردوں میں سے ہیں جن کے طفیل دُنیا والوں کو خدائی امداد حاصل ہوتی ہے	"
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے بعد زمین کبھی بھی سات ایسے مردوں سے خالی نہیں ہوئی جن کے طفیل اللہ تعالیٰ زمین والوں سے آفات و بلیات و عذاب کو اُٹھا لیتا ہے	"
ہر زمانے میں پانچ سو بہتر افراد موجود رہیں گے ۔ (حدیث نبویؐ)	
چالیس بہترین افراد اُمت کے اعمال میں سے یہ ہے کہ اپنے اوپر ظلم معاف کر دیں گے اور برائی کی جزا احسان کریں گے ، اپنے مال سے محتاجوں کی مدد کریں گے ۔ (حدیث نبویؐ)	"
بعض اولیاء اللہ کے دل آدم علیہ السلام کے دل پر ، اور بعض کے ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ، اور بعض کے جبرائیل علیہ السلام کے دل پر ، اور بعض کے میکائیل علیہ السلام کے دل پر ، اور ایک کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہوتا ہے ، ان سب کی تفصیل ، اور بوقت انتقال ان کی خانہ پُری کی کیفیت ، اللہ تعالیٰ ان کے طفیل جلاتا ، مارتا ، اور اُٹھاتا ہے ۔ (حدیث نبوی)	۲۲
اللہ تعالیٰ ان اولیاء کے ذریعہ کس طرح جلاتا ، مارتا ، اور اُٹھاتا ہے ، اس سوال کا جواب ، حضرت ابن مسعودؓ صحابی کے کلام سے	۲۲/۲۳
کیا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر بھی کسی ولی کا قلب ہو سکتا ہے ۔ اس کی تشریح	۲۳

مندرجات	نمبر صفحہ
انبیاء، ملائکہ، اور اولیاء کے قلوب، قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اسی طرح ہیں جس طرح کہ سورج کی روشنی کی بہ نسبت دوسرے ستارے ہیں	۲۳
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کے مظہر ہیں اور دوسرے حضرات اللہ کی بعض صفات کے مظہر ہیں	
قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے نظیر ہے، من کل الوجوہ، کوئی ولی بھی اس کے نہیں ہوتا	۲۴
اولیاء اللہ، کے کسی نبی، یا فرشتے، کے قلب پر ہونے کا مفہوم کیا ہے	"
حدیثِ ابدال، سے متعلق ایک خاص نکتہ کی وضاحت	۲۵
ابدال، سے متعلق حدیث کی صحت کی تحقیق، یہ موضوع ہے ابن جوزیؒ۔ اور متواتر معنوی ہے۔ سیوطیؒ کا بیان۔ یہ حدیث متعدد طرق سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ امام سخاوی کا بیان۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ صحیح حدیث بروایتِ امام احمدؒ بوساطتِ حضرت علیؓ حدیث مرفوع ہے۔ (سخاویؒ)	"
ابدال، کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے، جن میں سے بعض صحیح ہیں، حافظ ابن حجرؒ کا بیان	"
قطب کا ذکر بعض احادیث میں وارد ہے۔ غوث کا ذکر وصف مشہور کے ساتھ ثابت نہیں	"
ابدال کی اولاد نہیں ہوتی یہ اُن کی نشانی ہے۔ (بعض روایات)	۲۶
قطب کی تفسیر غوث کے ساتھ امام شافعیؒ نے فرمائی ہے	"
قطب، غوث دونوں کا مصداق ایک ہی ہوتا ہے	"
غوث کا علیحدہ وجود صحیح احادیثِ نبویہ سے تو ثابت نہیں لیکن اس کے ثبوت کیلئے اس کی شہرت اور اس طبقۂ پاک کے لوگوں میں اس کا تذکرہ ہی کافی ہے	"

مندرجات	نمبر صفحہ
حدیث میں جس ایک شخصیت کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ قطب ہے اور وہی غوث فرد ہے (امام یافعیؒ)	۲۶
جس حدیث کا ذکر امام یافعیؒ نے کیا ہے وہ صحیح ہے (علامہ ابن حجر مکیؒ)	″
امام یافعیؒ نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے اس سے کیا کیا فائدے اور نکات معلوم ہوئے۔ انکی تشریح	۲۶/۲۷
ابدال کے بارے میں محدث ابونعیمؒ اور امام احمدؒ کی حدیثوں میں تطبیق کی صورت	۲۷
علامہ ابن حجر مکیؒ کے استاذ علامہ جوینیؒ کا قطب، نجباء، نقباء، ابدال وغیرہم کے وجود سے انکار کرنا، اور اپنے اس خیال سے رجوع کرنے کا واقعہ۔ اور ان کا اعلانیہ توبہ کرنا۔	۲۸
علامہ ابن حجر کے استاذ علامہ جوینی نابینا عالم تھے	″
شیخ الاسلام ذکریا انصاری کا فرمانا کہ خدا کی قسم، قطب، ابدال، نقباء، نجباء وغیرہم موجود ہوتے ہیں	۲۹
ابدال کے ذریعہ دنیا کا نظام قائم ہے۔ اور تین خصلتیں اگر کسی میں پائی جائیں تو وہ ابدال میں سے ہے۔ ان خصلتوں کی تفصیل، از حدیث نبوی	۲۹/۳۰
ایک خاص دعا جس کے پڑھنے سے آدمی ابدال میں لکھ لیا جاتا ہے۔ (حلیۃ ابونعیمؒ) پھر اس کلام کی تشریح کہ دعا پڑھنے والے کے ابدال کی فہرست میں لکھے جانے کا کیا مطلب ہے	۳۰
تیسرا باب، قطب، غوث، کے بعض حالات کے بیان میں	۳۱
قطب ہمیشہ مکہ معظمہ میں نہیں ہوتا	″
قطب، کا قلب ہمیشہ حضرت حق تعالیٰ کے طواف میں رہتا ہے	″
قطب غوث، وہ سب کچھ حق تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق پر ظاہر کرنا چاہتا ہے خواہ وہ بلا و آزمائش ہو یا انعام و امداد	″
قطب کا سر ہمیشہ واردات کے ثقل سے جھکا جاتا ہے	″

مندرجات

نمبر صفحہ

مندرجات	نمبر صفحہ
تمام شہروں سے افضل مکہ ہے اور تمام گھروں سے افضل کعبہ، اور تمام مخلوق سے ہر زمانے میں افضل قطب ہوتا ہے	۳۱/۳۲
مکہ معظمہ قطب کے جسم کی نظیر، اور کعبہ اس کے قلب کی نظیر ہے	۳۲
مخلوق کو اس کی استعداد کے مطابق غذائی امداد قطب ہی سے حاصل ہوتی ہے	"
بہت کم اولیاء اللہ قطب کو پہچانتے ہوتے ہیں	"
سب کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی افضل نہیں	۳۳
اس اُمت کے پہلے قطب ابوبکر صدیقؓ ہیں، پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ ہیں	"
خلعتِ محمدیہ میں آخری قطب امام مہدی علیہ السلام ہوں گے	"
عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک خلافت کے منصب اور قطبیت کے عہدہ پر فائز رہیں گے	۳۴
قطبیت کا بار گراں قطب پر پہاڑ کی مانند ہوتا ہے	"
آسمان و زمین کی ہر بلا پہلے قطب پر نازل ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو ہر وقت درد سر لاحق رہتا ہے جیسے کوئی اس کے سر پر مزیں لگا رہا ہے	"
قطب کا سید اور اہلِ بیت سے ہونا کوئی شرط نہیں ہے' (امام شعرانی بحوالہ شیخ خود)	"
قطب اکثر لوگوں سے پوشیدہ رہتا ہے	"
"افراد" کے مقام پر فائز ہونے والے ہی قطب کو جانتے ہیں	"
آنکھیں قطب کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتیں	"
اکثر اولیاء اللہ قطب کے ساتھ اکٹھے نہیں ہو سکتے	۳۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی تواضع کا واقعہ	"
قطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے	"

مندرجات	نمبر صفحہ
کہ معظمہ میں شیخ ابوبکر اور شیخ عثمان کی قطبِ وقت سے ملاقات کا عجیب واقعہ، قطب کی آمد پر شیخ عثمان کی ڈاڑھی رانوں تک جا پہنچی	۳۵/۳۶
بوقتِ رخصت قطب کا سورۂ فاتحہ اور سورۂ لایلاف پڑھنا	۳۶
امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قطب غوث ہی ہوتا ہے	"
اللہ تعالیٰ قطب پر اپنی غیرت کی وجہ سے اُس کے حالات لوگوں سے مخفی رکھتا ہے	"
قطب سب لوگوں کو ایک نظر سے دیکھتا ہے	۳۷
''اوتاد'' کے حالات کو خواص جانتے ہیں	"
''ابدال'' کے حالات کو خواص اور عارفین جانتے ہیں	"
''نجباء'' اور ''نقباء'' کے حالات بھی عوام سے پوشیدہ ہوتے ہیں	"
''صالحین'' کے حالات عوام و خواص سب پر ظاہر ہوتے ہیں	"
چوتھا باب اس چیز کے بیان میں جو ''قطب'' پر نازل ہوا کرتی ہے۔ اور جو کچھ اس پر وارد ہوتا ہے، وہ اس میں کس طرح تصرف کیا کرتا ہے	۳۸
''جو آفات تمام زمین والوں کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں، وہ پہلے قطب ہی پر نازل ہوا کرتی ہیں، پھر وہاں سے مخلوق پر ڈالی جاتی ہیں''	"
یہ جو بعض لوگ اپنے دل میں تنگی محسوس کرتے ہیں جس کے سبب کا اُن کو علم نہیں ہوتا۔ اور بعض لوگ اتنے پریشان ہو جاتے ہیں کہ سو نہیں سکتے، اور بعض پر غفلت طاری ہو جاتی ہے اور بعض اس قدر خاموش ہو جاتے ہیں کہ بول نہیں سکتے تو اس کی وجہ وہ قدرتی آفت ہوتی ہے جو اُن پر تقسیم کر دی جاتی ہے	۳۹
(خاتمۂ کتاب) کرامت اور ''ولی'' کی تشریح کے بیان میں ہے	۳۹/۴۰

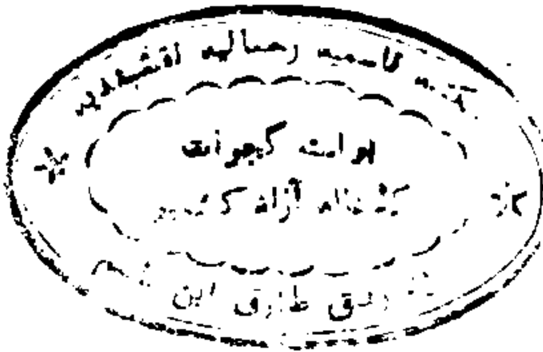
مندرجات

مندرجات	نمبر صفحہ
امام ابوالقاسم قشیری کے حوالہ سے "ولی" کی تشریح	۴۰
لفظ "ولی" بروزن فعیل بمعنی فاعل ہوگا یا مفعول، دونوں صورتوں میں اس کے معنے کی تشریح	"
"ولی" کا گناہ سے محفوظ ہونا شرط ہے جیسا کہ نبی کا معصوم ہونا	۴۱/۴۰
لغزش، اور خطاء، ولی کی ولایت میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتیں"	۴۱
"ولی" کے غالب حال میں حقوق اللہ کی ادائیگی، مخلوق پر نرمی و مہربانی،	"
لوگوں کے لیے از خود اللہ تعالیٰ سے احسان کی دعا کرنا، اور کسی سے انتقام نہ لینا، کسی کے ساتھ کینہ نہ رکھنا، کسی سے کوئی طمع نہ رکھنا، و دیگر صفات غالبہ	"
معجزہ، کرامت، اعانت، معونت، ارہاص، استدراج، و شعبدہ کا فرق	۴۲ تا ۴۴
ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہوتا ہے	۴۴
انبیاءؑ کے کمالات کی مثال شہد سے بھرے ہوئے مشکیزے کا شہد ہے اور اولیاءؒ کے کمالات کی مثال وہ قطرہ ہے جو اس مشکیزے سے ٹپک پڑے (بایزید بسطامیؒ)	۴ / ۴
کرامات کا معجزات کی جنس سے ہونا جائز ہے۔ اس کی تحقیق	۴۵
کرامت اور معجزے میں فرق دعویٰ و عدم دعویٰ نبوت کے ذریعہ ہوتا ہے	۴۶/۴۵
(تتمہ)	
ولی کو کرامت کے ظہور سے یقین کی پختگی حاصل ہوتی ہے	۴۶
کرامات اولیاء کے ظہور کے جائز ہونے کا قائل ہونا ضروری ہے	"
اثبات کرامات کے لیے دلائل از قرآن و حدیث	۴۶ تا ۴۸

مندرجات — نمبر صفحہ

امام قشیریؒ نے اثبات کرامات کے سلسلہ میں آثار، اخبار، صحابہ، تابعینؒ ـــــ ۴۸
ائمہ معتبرینؒ کے واقعات نقل فرمائے ہیں ـــــ ″
کتابؒ کے آخر میں مصنف کی دعا ـــــ ″
تحریر رسالہ کے اختتام کی تاریخ ـــــ ″
اقطاب ابدال وغیرہ اولیاء کے بارے میں ۲۶ عربی اشعار کا ترجمہ ـــــ ۴۹ تا ۵۳

تمت



علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے مختصر حالات

آپ کا اسم گرامی محمد امین، اور والد ماجد کا نام محمد عمر، عرف علامہ شامی، اور ابن عابدین ہے۔ اپنے زمانہ کے علامہ، فہامہ، فقیہہ، محدث، محقق، مدقق، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے، علوم سید شیخ سعید حلبی، اور شیخ ابراہیم حلبی سے پڑھے، اور حدیث وفقہ کی سندیں حاصل کیں، اور ۱۲۲۹ھ ہجری میں کتاب ردّ المحتار شرح درمختار، المعروف بہ شامی، تصنیف فرمائی۔ جو ایسی مقبولِ انام ہوئی کہ پاک وہند کے علمائے کرام، ومفتیانِ عظام اکثر اسی سے فتاوی لکھتے رہے اور اب بھی لکھا کرتے ہیں۔ اور یہ بارہا طبع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ علامہ نے بتیس ۳۲ رسائل، جو کہ مجموعہ "رسائلِ ابنِ عابدین" کے نام سے مشہور ہیں، مختلف مسائل وموضوعات پر تصنیف فرمائے۔ جن کو سہیل اکیڈمی اردو بازار لاہور نے طبع کیا ہے۔ ان رسائل میں انتہائی قابلِ قدر مواد ہے۔ جو مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ان ہی میں سے ایک رسالہ "سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد نقشبندی" بھی ہے جس میں حضرت علامہ نے عارف باللہ حضرت شاہ غلام علی صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفۂ خاص شیخ المشائخ، قطبِ وقت حضرت مولانا خالد نقشبندی کردی رحمۃ اللہ علیہ پر مخالفین کے اعتراضات کے جواب دیئے ہیں اور مسئلہ علم غیب ذاتی وعطائی بھی بیان فرمایا ہے۔ اور علامہ نے حضرت شیخ کردی سے اپنی جس عقیدت کا ثبوت دیا ہے۔ اس کو دیکھ کر ایک عقیدتمند کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ فرحمہا اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

اور ان ہی رسائل میں سے ایک یہ رسالہ ہے جس کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں علامہ نے قطب غوث، ابدال، اوتاد، اخیار، نجباء، نقباء، عرفاء وغیرہم کے سلسلہ میں قابلِ قدر وقابلِ دید مواد مہیا فرمایا ہے۔ جو اپنی مجموعی حیثیت میں کسی دوسری کتاب میں ملنا مشکل ہے۔ اور یہ حضرت علامہ ہی کا حصہ ہے۔ اس میں بعض ایسی باتیں بھی قلمبند فرمائی

ہیں کہ ایک مطالعہ شدار آدمی کے لیے باوجود کافی کتب کے مطالعہ کے اور بہت کچھ اس سلسلہ میں سُن لینے کے پھر بھی تشنہ اور نادر ہے۔ ناچیز نے اس کے ترجمہ کی خدمت انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت کے شرف سے نوازے اور قبول تام و دوام عطا فرمائے اور اس ہیچدان کے لیے سلامتی کی و دارین کی بہتری کا سامان بناتے۔ اور ان حضرات قدست اسرارہم و علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دینی خدمات و اعمالِ صالحہ کے طفیل اس ناچیز کے آباؤ اجداد کو مغفرت و رضوان و درجات کی بلندی سے نوازے۔ آمین یارب العلمین بجاہ سیدالمرسلین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعلمین وآلہ واصحابہ واتباعہم اجمعین۔

(علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات)

علامہ موصوف کی وفات سنہ ۱۲۶۰ھ سے پہلے کی ثابت ہوتی ہے کیوں کہ آپ کے خلف الصدق سید محمد علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جو ردّ المختار کی چوتھی جلد ۱۵ ماہ صفر سنہ ۱۲۶۰ھ کو اپنے ہاتھ سے نقل فرمائی ہے۔ تو اس میں آپ کو مرحوم کے لفظ سے ذکر کیا ہے جیسا کہ صاحب "حدائقِ حنفیہ" نے لکھا ہے۔

غلام محمود ہزاروی
عفا اللہ عنہ

تقدیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؕ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا تو شرف و کرامات کا تاج اس کے سر پر سجایا۔ عزت و بزرگی کی خلعت زیبا سے نوازا۔ مزید لطف و کرم فرماتے ہوئے اسے اپنا خلیفہ نامزد فرمایا اور تمام نوری مخلوق کو اس کے سامنے سجدہ ریز کر دیا۔

انسان کے لیے یہ عزت افزائیاں کس لیے؟ کیا اس لیے کہ اسے ایک جسم عطا کیا گیا ہے؟ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں کیونکہ کائنات کی وسعتوں میں ہمیں ایسی بھی مخلوقات نظر آتی ہیں جن کا جسم انسانی جسم سے قوی تر اور طاقت ور ہے۔ اگر خلافت کا معیار جسم ہوتا تو کسی قوت و طاقت سے بھرپور جسم کو یہ سعادت عطا کی جاتی، کسی توانا جسیم مخلوق کو اس کا اہل قرار دیا جاتا۔

انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک جسم لطیف سے بھی نوازا ہے جسے روحِ انسانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی وہ اصل جوہر ہے جس کی وجہ سے اسے اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے اس روحِ انسانی کا تعلق اس عالم آب و گل سے نہیں بلکہ ایک ماوراء جہان سے ہے جس کا ادراک ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔ اس مقدس جوہر کی نسبت اس خاکی جہان سے نہیں بلکہ اس کا منبع وہ جہاں ہے جسے اسرارِ الٰہیہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

ان ساری حقیقتوں کے باوجود آج جب ہم تاریخِ انسانیت پر نظر ڈالتے ہیں تو اکثریت ان افراد کی نظر آتی ہے جن کا اس شرف و بزرگی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ نیابتِ الٰہی کا تو تصور ہی نہیں، وہ تو حیوانات سے بھی بدتر دکھائی دیتے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ فخر العلماء الراسخین امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ عقدہ کشائی فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

اَنَّہٗ لَمَّا تَعَلَّقَ بِھٰذَا الْبَدَنِ وَاسْتَغْرَقَ فِیْ تَدْبِیْرِہٖ صَارَ فِیْ ذٰلِکَ الْاِسْتِغْرَاقِ اِلٰی حَیْثُ نَسِیَ الْوَطَنَ الْاَوَّلَ وَالْمَسْکَنَ الْمُتَقَدِّمَ فَصَارَ بِالْکُلِّیَّۃِ مُتَشَبِّثًا بِھٰذَا الْجَسَدِ الْفَاسِدِ فَضَعُفَتْ قُوَّتُہٗ وَذَھَبَتْ مُکْنَتُہٗ وَ

ثُمَّ یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ مِنَ الْاَفْعَالِ۔ تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۹۱

ترجمہ :۔ اس رُوح کا تعلق جب اس بدن سے ہُوا اور وُہ اسی کے انتظام و انصرام میں منہمک ہو گئی تو وہ اس استغراق و انہماک میں اس حد تک پہنچ گئی کہ اپنے وطن اوّل اور پہلے گھر کو بھول گئی۔ پس وُہ کلیۃً اس جسم فاسد سے مشابہ ہو گئی۔ پھر اس کی قوّت و سطوت میں ضعف آگیا۔ اس کا منصب و جاہ اس کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور ان افعال کے کرنے سے عاجز آگئی (جو انبیاء الٰہی کے ہاتھوں رُو پذیر ہوتے ہیں۔)

لیکن اس عالم آب و گل میں ان نفوس قدسیہ کی بھی کمی نہیں جن کی رُوح ارجمند جسم خاکی میں ہوتے ہُوئے بھی اپنے اصلی وطن کو نہ بھولی۔ قربِ الٰہی کی جو سعادت اسے اس بدن میں آنے سے قبل حاصل تھی۔ اس کی یاد ہر وقت اُسے بے چین و بے قرار رکھتی ہے۔ عالم وارفتگی میں پھر اُسی معبودِ حقیقی کا ذکر مشام جاں کو معطر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ذکرِ الٰہی اس کی طبیعت کا "جُزْوِ لَا یَنْفَکْ" بن جاتا ہے۔ کوئی لمحہ کوئی لحظہ بھی پروردگارِ عالم جلّ جلالہ کے ذکر کے بغیر نہیں گذرتا۔ پھر وُہ مقام آتا ہے جسے مقام نیابت الٰہی کہا جاتا ہے۔ اس مقام رفیع پر فائز ہونے کے بعد ساری کائنات اس کے سامنے دست بستہ حاضر ہے۔ جس طرح چاہے، جیسے چاہے تصرّف کر سکتا ہے۔ اس کے بازوؤں میں وُہ قوّت و طاقت سرایت کر جاتی ہے جس کا تصوّر ایک عام کے طائر فکر سے بلند ہوتا ہے۔ پھر وُہ ببانگ دہل اعلان کرتا ہے۔

وَاللّٰهِ مَا قَلَعْتُ بَابَ خَيْبَرَ بِقُوَّةٍ جَسَدَانِيَّةٍ بَلْ بِقُوَّةٍ رَبَّانِيَّةٍ

ترجمہ :۔ خدا کی قسم میں نے خیبر کے دروازے کو جسمانی قوّت سے نہیں بلکہ ربّانی قوّت سے اکھیڑا ہے

اسی چیز کو عارف باللہ امام فخر الدین رازی یوں بیان کرتے ہیں

وَاِذَا اتَّفَقَتْ نَفْسٌ مِنَ النُّفُوسِ كَوْنُهَا قَوِيَّةً، الْقَوِيَّةُ الْقُدْسِيَّةُ الْعُنْصُرِيَّةُ مُشْرِقَةُ الْجَوْهَرِ عُلْوِيَّةُ الطَّبِيعَةِ ثُمَّ انْضَافَ اِلَيْهَا اَنْوَاعُ الرِّيَاضَاتِ الَّتِيْ تُزِيْلُ عَنْ وَجْهِهَا غَبَرَةَ الْكَوْنِ وَالْفَسَادِ اَشْرَقَتْ وَتَلَالَأَتْ

وَقُوِيَتْ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي هَيُولَى عَالَمِ الْكَوْنِ وَالْفَسَادِ بِاعَانَةِ نُوْرِ مَعْرِفَتِ الْحَضْرَةِ الصَّمَدِيَّةِ وَتَقْوِيَةِ أَضْوَاءِ حَضْرَةِ الْجَلَالِ وَالْعِزَّةِ ۝ تفسیر کبیر صفحہ ۹۱ جلد ۲۱

ترجمہ:۔ جب حسنِ اتفاق سے ارواح میں کوئی روح بوقتِ تخلیق ہی ماہیت قویہ سے سرفراز ہو، ایسی قویہ جس کا عنصر قدسیہ ہو، اس کا جوہر پوری آب و تاب سے چمک رہا ہو، اس کی طبیعت میں علو و بلندی ہو، پھر مختلف ریاضتوں کے ذریعے اس کے رُخ زیبا سے کون و فساد کا غبار زائل کیا جائے تو وہ روح نفس چمکنا اور جگمگانا شروع کر دے گی اور بارگاہِ صمدیت (جَلَّ جَلَالُہٗ) کے معرفت کے نور کی مدد اور اللہ جل جلالہٗ وعز برہانہٗ کے انوار کی تقویت سے عالم کون کے ہیولیٰ میں تصرف پر قدرت رکھیگی۔ وہ سعادت کا ایس جو بارگاہِ ذوالجلال سے حاصل کردہ نیابت کا تاج مرصع سر پہ سجائے ہو، خلافت کی خلعتِ زیبا سے آراستہ ہو، جس کی روح ارجمند دنیاوی آلائشوں سے پاک و صاف ہو، قربِ الٰہی کی بے مثال دولت سے آراستہ ہو، اُس کا وجودِ مسعود کائنات میں ایک آیتِ الٰہیہ ٹھہرتا ہے۔ خیرات و برکات کا ایک منبع و مصدر بن جاتا ہے۔ جو خدا کا ہوا خدا اُس کا ہوا۔ رزق کی کشادگی، رحم و کرم کا نزول اسی کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

اسی چیز کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا،

هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ بخاری ج ۱ ص ۴۰۵

ترجمہ:۔ تمہیں فتح و نصرت سے نہیں نوازا جاتا اور تم پر رزق کے دروازے نہیں کھولے جاتے مگر تمہارے ضعفاء کی وجہ سے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں نسائی شریف کی روایت ایک اور حدیث شریف میں نقل فرماتے ہیں،

اِنَّمَا نَصَرَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ بِضَعَفَتِهِمْ وَبِدَعْوَاتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَاِخْلَاصِهِمْ ۝

فتح الباری ـــــ صفحہ ۸۹ جلد ۶

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس اُمت کو نصرت سے سرفراز فرماتا ہے، اسی اُمت کے ضعفاء کی وجہ سے ان کی دعاؤں، ان کی نمازوں اور اُن کے اخلاص کی برکت سے

اس حدیث پاک کے ذکر کے بعد علامہ موصوف یوں تحریر فرماتے ہیں،

قَالَ ابْنُ بَطَّال: تَاوِیْلُ الْحَدِیْثِ اِنَّ الضُّعَفَاءَ اَشَدُّ اِخْلَاصًا فِی الدُّعَاءِ وَ اَكْثَرُ خُشُوْعًا فِی الْعِبَادَةِ لِخَلَاءِ قُلُوْبِهِمْ عَنِ التَّعَلُّقِ بِزُخْرُفِ الدُّنْیَا ۵ فتح الباری ـــــ ص ۸۹ ج ۶

ترجمہ:۔ ابن بطال اِس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ ضعفاء کی دُعا میں زیادہ اخلاص ہوتا ہے۔ اور اُن کی عبادت خشوع وخضوع سے بریز ہوتی ہے۔ کیوں کہ اُن کے دل دُنیا کی زیب و زینت کی چاہت سے خالی ہوتے ہیں۔

ان ضعفاء سے کون لوگ مراد ہیں؟ وہ فرشتہ سیرت لوگ کون ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے وجود پر فتح و نصرت اور رزق کو موقوف فرمایا ہے۔؟

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ اِس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں۔

(اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ) اَیْ اِلَّا بِبَرَكَةِ وُجُوْدِ ضُعَفَائِكُمْ وَوُجُوْدِ فُقَرَائِكُمْ فَهُمْ بِمَنْزِلَةِ الْاَقْطَابِ وَالْاَوْتَادِ لِثَبَاتِ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ وَحَاصِلُهٗ اَنَّهٗ اِنَّمَا تَحْصُلُ النَّصْرُ عَلَى الْاَعْدَاءِ وَقَدْرَ تَوْسِیْعِ الرِّزْقِ عَلَى الْاَغْنِیَاءِ بِبَرَكَةِ الْفُقَرَاءِ فَاَكْرِمُوْهُمْ وَلَا تَتَكَبَّرُوْا عَلَیْهِمْ فَاِنَّهُمْ اَهْلُ سُلُوْكِ الْجَنَّةِ عَلٰى اَعْنَاقِ الْجَنَّةِ وَمُلُوْكُ الْجَنَّةِ فِیْ اَعْلٰى مَرَاتِبِ الْعِزَّةِ ۵ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۸

ترجمہ:۔ فتح و نصرت اور رزق ضعفاء و فقراء کے وجود کی برکت سے ہے۔ کیوں کہ وہ بمنزلہ اقطاب و اوتاد کے ہیں۔ کیوں کہ بندگانِ خدا اور مملکت و ثبات اِنہی کے

وُجود مسعود پر موقوف ہے ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر غلبہ و نصرت
اور اغنیاء پر وسعت رزق فقراء کی برکت پر موقوف فرمایا ہے۔ پس اے لوگو ان کی
عزت کرو اور اُن پر تکبر نہ کرو ۔ یہ سلوک محبت کے لیے اہل ہیں کہ اس کے تنگ راستوں
سے بڑی جوان مردی سے گذرنے والے ہیں ۔ اور عزتیں اعلیٰ مراتب کے ساتھ جنت کے مالک ہیں
گویا اقطاب و ابدال و اغواث وغیرہ ہی ریاض ہستی کے وہ پھول ہیں کہ اگر یہ نہ ہوں تو
چمن کی بہاریں اُجڑ جائیں ۔ دُنیا کی رونق و شادمانی ہی مٹ جائے۔ چشمہ حیات
میں نام کو پانی نہ رہے ۔ اور جنگ و جدال کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے بالآخر
دُنیا ہلاکت و تباہی کے عمیق گڑھے میں گر کر نیست و نابود ہو جائے ۔

رئیس العلماء المحققین فرید العصر حضرت علامہ ابن عابدین قدس سرہ اُمت
محمدیہ (علیٰ صاحبہا الف الف سلام) کے چند افراد میں سے ہیں جن پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا
ہے ۔ خدا تعالیٰ نے انہیں علم ظاہر کے علاوہ علم باطن کے اسرار رموز سے بھی نوازا ہے
انہوں نے اپنے قلم فیض رقم سے انہی مردانِ باخدا یعنی غوث۔ قطب ۔ ابدال وغیرہم
کا تذکرہ نہایت مدلل طریقہ سے کیا ہے ۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان کی تعداد مقام
ومسکن اور مراتب عالیہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے ۔ اس کتاب کا نام

اجابة الغوث ببیان حال النقباء والنجباء والابدال والاوتاد

والغوث رکھا ہے ۔ اس کتاب لطیف کے ترجمہ کی سعادت حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب
ہزاروی زید مجدہ کے حصہ میں آئی ہے ، خدا تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے اور مزید خدمت
دین کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ۔

راقم الحروف
محمد کریم سلطانی خادم جامعہ ریاض العلوم
پیپلز کالونی نمبر ۱۰ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جس نے اس اُمتِ محمدیہ کو گوناگوں شرافتوں سے مشرف فرمایا ہے اور اس کے لیئے مستحکم، جامع و مکمل شریعت (قانون ضابطہ) اور واضح احکام تجویز فرمائے اور اس کو انتہائی آسان تکلیف و پابندی کے ساتھ مکلف و پابند فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اس اُمتِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے ایسے انتہائی عبادت گذار بندے پیدا فرمائے جو کہ اُس کے مامورات کے امتثال و پیروی، اور اُس کے ممنوعات سے احتراز کرنے (کے سلسلہ) میں دُوسروں سے بازی اور سبقت لے گئے یہاں تک کہ اُنہوں نے اپنے نفسوں کو فنا ہی کر ڈالا۔ اور اپنے آپ کو توحید و تنزیہہ کی زندگی کے دریاؤں میں غرق کر دیا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور پاکی کا عقیدہ رکھنے اور اس کو بیان کرنے اور اس کا حال اپنے اُوپر وارد کرنے میں، مُوتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا، کی تعمیل میں جسمانی و مادی خواہشات کو فنا کر کے توحید کی زندگی حاصل کر گئے)۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس اُمت میں سے اوتاد، نقباء، ابدال، اخیار، اقطاب، انجاب، پیدا فرمائے (یہ اولیاء اللہ کے مقامات، مناصب، اور عہدے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء کے ذریعہ اپنے کمزور بندوں پر رحم فرمایا ہے۔ اور اُن میں سے بعض پر خفاء اور پوشیدگی کا پردہ ڈال کر لوگوں کی نظروں سے اُن کی ولایت کے حال کو مستور و مخفی فرما دیا ہے۔ اور اللہ نے اپنے ان اولیا اور دوستوں کو بشری کدورتوں سے مجرّد فرما دیا ہے۔ اور احدیت کے دریاؤں میں اُن سے غوطہ لگوایا ہے۔ اور اللہ نے اپنے اسماء و صفات کے اسرار پر ان کو مطلع فرمایا ہے۔ اور ان کے دلوں کو اپنی تجلیات کی شعاعوں کے لیئے طاق بنایا ہے۔

اور صلوٰۃ و سلام ہو اُس ذاتِ اقدس پر جن کے انوار کے چراغ سے سب شعلہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے حصہ لینے والے ہیں۔ یعنی مستفیض ہیں۔ اور اُن کے

عرفان و اسرار کے فیض سے سب حصّہ طلب کرنے والے ہیں۔ اور اُن کے قانونِ شرعی اور دستورِ ہدایت کے دریاؤں سے سب چُلو بھرنے والے ہیں، اور ہر کوئی اُن کے جود و سخا اور کرم و عطا کے پھلوں سے میوہ توڑنے والا ہے۔

اور صلوٰۃ و سلام ہو اُن کے آل و اصحاب پر جو آپ سے نورانیت اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے معاملے میں انتہائی آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور معرفتِ خداوندی و اتباعِ سُنّت کے میدان میں دُوسروں پر سبقت لے جانے کے لیے چھریرے بدن والے عُمدہ گھوڑوں پر سوار ہیں۔

اور بعد حمد و صلوٰۃ و سلام کے اپنے گُناہوں کے عیب کا اسیر، اپنے پروردگار کی معافی کا بڑا اُمیدوار، (جس کا نام) محمد امین اور کنیت ابن عابدین ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گُناہوں کو بخشے۔ اور اس کے عیبوں کو چھپائے۔ عرض پرداز ہے کہ مجھ سے بعض حضرات نے قطب کے بارے میں سوال کیا تھا۔ ("قطب" اولیاء اللہ میں ایک عہدہ و منصب کا مقتدر ولی ہوتا ہے) جو کہ ہر دور میں ہوتا ہے۔ اور یُوں ہی ابدال، نقباء نجباء کی تعداد و تفصیل کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ تو میں نے اس موضوع پر ایک رسالہ میں کچھ مضامین جمع کئے اور پھر اُن حضرات اولیاء اللہ کی عالی بارگاہوں سے اجازت طلب کرنے، اور اُن کی ارواحِ مقدسہ کو فاتحہ کا ثواب پہنچانے کے بعد اس سلسلہ میں کچھ اور آگے بڑھا۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وُہ (مہربان) اُن حضرات اولیاء اللہ کی علمی و رُوحانی خوشبوؤں سے ہمیں بھی (وافر) حصّہ عطا فرمائے گا (یا اُن کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے ہمیں بھی مُستفید فرمائے گا) اور اُن کی عظیم برکات سے ہمیں بھی نوازے گا۔ اور مستند ائمہ کے کلام اور جلیل القدر بزرگوں کی تصنیفات کے جو حوالے اس موضوع پر مجھے میسر آئے وُہ میں نے اکٹھے کر لیے۔ اور میں نے اپنے اس مجموعہ کو چار بابوں اور ایک خاتمہ پر ترتیب دیا ہے۔ اور میں نے اپنے اس رسالہ کا نام "اِجابۃُ الغوث ببیانِ حالِ

النقباءِ وَالنجباءِ وَالابدالِ وَالاوتادِ وَالغوث" رکھا ہے۔ اور میں نے اس کا ایک نسخہ تیار کر کے اُن صاحب کی خدمت میں ارسال کیا (جنہوں نے مجھ سے اس بارے میں سوال کیا تھا) پھر (اس کے بعد) مجھے (اس موضوع پر) کچھ اور مواد نظر آیا جو کہ اس مقام کے مناسب بھی ہے اور اہلِ فہم اس کے ذکر کو پسند کریں گے، تو میں نے چاہا کہ مُدعائی بیمار کے علاج کی غرض سے اس نئے مضمون کو بھی اپنے رسالہ کے ساتھ ملحق کر ڈالوں اور بسا اوقات تحریر میں تبدیلی بھی واقع ہوتی ہے۔ لیکن میں نے اس رسالہ کا نام اور اس کی ترتیب وہی (پہلے والی) رکھی اور اب میں اللہ تعالیٰ سے جو قریب بھی ہے اور دعا کا قبول کرنے والا بھی، مدد کی درخواست کرتا ہوں۔

پہلا باب

اقطاب، ابدال، اوتاد، نجبار، نقبار کی صفات، حالات، تعداد اور جائے رہائش کے بیان میں ہے۔ (اقطاب) جمع قطب کی ہے۔ جس کا وزن ہے فُعْلٌ۔ صوفیار و عارفین کی اصطلاح میں وُہ باطنی خلیفہ اور نائبِ الٰہی ہوتا ہے جو کہ تمام اہلِ زمانہ کا سردار ہُوا کرتا ہے۔

(قطب کی وجہ تسمیہ) قطب کو قطب اِس لیئے کہتے ہیں کہ وُہ تمام مقامات اور حالات کا جامع ہوتا ہے اور سب کی گردش کا مرکز ہُوا کرتا ہے۔ یہ نام "قطب الرحی سے ماخوذ (لیا گیا) ہے جو لوہے کی اُس کیل کو نہا کرتے ہیں جس کے اوپر چکی گھُوما کرتی ہے۔ (تو جیسے چکی کی گردش اُس کیل کے گرد ہوتی ہے یُونہی زمانے کی گردش اُس ولی اللہ کے گرد ہوا کرتی ہے، اِس لیئے اُس کو بھی قطب کہتے ہیں۔

اور سیدی شیخ شرف الدین عُمر بن فارض کے قصیدہ تائیہ کی شرح میں سیدی شیخ عبدالرزاق قاشانی فرماتے ہیں کہ "قوم (صوفیار) کی اصطلاح میں (روحانیت و تقدس کے اعتبار سے) وُہ انتہائی مکمل انسان ہوتا ہے جو مقامِ فردیت پر متمکن (جاگزیں) ہوتا ہے اور مخلوق کے حالات اِس کے گرد گھُوما کرتے ہیں۔ (اور وُہ اِس دائرے کا مرکز ہوتا ہے) (مطلب یہ کہ قطب متصرفِ جہاں کو کہتے ہیں) (اور قطب کی قسمیں ہیں) سو یا تو اِس عالمِ شہادت (ظاہری) کے اندر جو مخلوقات ہے اس کی نسبت سے قطب ہوتا ہے جو اپنی وفات کے وقت "ابدال" میں سے جو اس کے زیادہ قریب (سینیئر ابدال) ہوتا ہے۔ اُس کو اپنا جانشین مقرر کرجاتا ہے۔ تو پھر وُہ اکل ابدال اِس قطب کے قائم مقام ہوتا ہے"۔ (دوسرا قطب) اور یا وُہ تمام مخلوقات کی نسبت سے چاہے وُہ عالمِ غیب کی مخلوقات ہو یا عالمِ شہادت کی قطب اور متصرف ہیں اور کوئی بھی ابدال اُن کا جانشین نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی مخلوقات میں سے کوئی ان کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔ اور اُن کے اقطاب کے قطب ہیں جو کہ عالم شہادت (ظاہری) میں یکے بعد دیگرے آیا کرتے ہیں۔ اور نہ اُن سے پہلے کوئی قطب تھا اور نہ ہی اُن کے بعد کوئی قطب آیا جو اُن کا جانشین بنا ہو۔ اور وُہ قطب،

رُوحِ مُصطفوی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے جن کو "لَولَاکَ لَمَا خَلَقتُ الاَفلَاک" سے مخاطب فرمایا گیا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یُوں خطاب فرمایا کہ "اے پیارے اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان کو بھی پیدا نہ کرتا" (علامہ شیخ قاشانیؒ کا کلام ختم ہوا) (اب علامہ رشؒ می اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اس کلام مذکور کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی دُوسرا بعینہٖ اس کمال مقام میں آپ کا جانشین نہیں ہو سکتا کہ اس کو بھی بالکل بعینہٖ آپکا سا مقام حاصل ہو جائے کیونکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم تو اوّل و آخر میں اور مخلوقات میں بلند ترین مقام پر فائز ہیں۔ بعد کوئی بھی آپ کے مقام پر فائز نہیں ہو سکتا) اگرچہ آپؐ سے کم مرتبہ میں آپ کے جانشین ہوئے ہیں۔ جیسا کہ خلفائے راشدین اور یہ بات اِس مضمون کے منافی نہیں جو آگے آ رہا ہے۔

اور عارف باللہ سیّدی محی الدّین بن عربی کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: "واضح ہو کہ بعض اوقات اہلِ فن لفظ قطب کے اطلاق کے بارے میں توسّع سے کام لیتے ہوئے ہر اُس شخص کو قطب کہہ دیا کرتے ہیں جس پر جہان میں سے کوئی ایک مقام دائر ہو (یعنی اُس کے تصرّف میں ہو) اور وُہ اپنے دور میں کمالات رُوحانی کے اندر اپنے معاصرین سے منفرد اور فائق ہو۔ تو کبھی کسی شہر کے مرد کو اُس شہر کا قطب، اور کسی جماعت کے شیخ کو اُس جماعت کا قطب کہا جاتا ہے۔ لیکن اِصطلاحی قطب جس پر لفظ قطب کا اطلاق بغیر کسی اضافت کے مطلقاً کیا جاتا ہے وُہ صرف ایک ہی ہُوا کرتا ہے۔ اور وُہی غوث بھی ہوتا ہے۔ اور وُہ اپنے زمانے میں پُوری جماعت اولیا کا سردار ہوتا ہے۔ اور ان اقطاب میں سے بعض وُہ ہوتے ہیں جو حکومت ظاہری بھی رکھتے ہیں۔ اور خلافت ظاہری کے ساتھ ساتھ خلافتِ باطنی پر بھی متمکن ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اور بعض وُہ ہوتے ہیں جو صرف خلافت باطنی پر ہی فائز ہوتے ہیں، جیسا کہ اکثر اقطابِ جہاں، اور علامہ ابن حجر مکّی کے "فتاویٰ حدیثیہ" میں لکھا ہے کہ "رجالِ غیب" کو "رجالِ غیب" اِس لیے کہتے ہیں کہ اکثر لوگ اُن کو نہیں

پہنچاتے۔ اُن کا رئیس "قطب، غوث، فرد، جامع ہُوا کرتا ہے۔ (یعنی ایسے شخص کو قطب، غوث، اور فرد و جامع بھی کہتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ اس کو چاروں سمتوں یعنی شرق، مغرب، شمال، جنوب میں اس طرح گھومنے پھرنے کی طاقت عطا فرماتا ہے جیسا کہ فلک (آسمان) اُفق سماوی میں گردش کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اس کے حالات کو خاص و عام سے پوشیدہ رکھا کرتا ہے۔ اور اُس کے حال کا یہ حجاب پوشیدگی اللہ تعالیٰ کی اُس کے بارے میں غیرت کی وجہ سے ہے۔ وُہ سب کو ایک جیسا سمجھا ہے تو عالم کو جاہل کی طرح اور بیوقوف کو عقلمند کی طرح اور چھوڑنے والے کو پکڑنے والے کی طرح، یُونہی قریب کو دُور، اور آسان کو مشکل، اور امن والے بے فکر کو ڈرنے والے کی طرح۔ (مطلب یہ کہ وُہ اپنا فیض پہنچانے میں اپنی ماتحت رعایا کے ساتھ یکساں سلوک فرمایا کرتے ہیں) اور دنیا میں اس کا مقام ایسا ہو جیسا دائرہ میں اس کے مرکزی نقطہ کا۔ اس کے ساتھ جہان کی درستگی وابستہ ہوتی ہے"! اور (حنفی محدث علامہ) مُلّا علی قاری کی کتاب "المعدن العدنی فی اویس القرنی" میں لکھا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ (حیاتِ ظاہری) میں قطب ابدال میرے خیال میں اویس قرنی تھے۔ (ان کا کلام ختم ہوا) اور "خصائص نبویہ" کی منظوم شرح میں شیخ المشائخ الشہاب احمد المنینی نے فرمایا ہے کہ "صُوفیا میں حضرت تونسی کا نظریہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلا قطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں۔ وُہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے مقامِ قطبیت پر فائز ہوئیں اور اُن سے پہلے اِس اُمت میں کوئی بھی قطب نہیں ہُوا۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ کے بعد عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) مقامِ قطبیت پر فائز ہوئے لو جب قطبِ وقت کا انتقال ہو جاتا ہے تو دو اماموں میں سے ایک اُس کا خلیفہ اور جانشین ہُوا کرتا ہے۔ کیوں کہ دو امام اُس کے لیے بمنزلہ دو وزیروں کے ہوتے ہیں، اُن میں ایک

مل البتہ اس کے حالات میں اتنی بات آدٹ (ظاہر) کی گئی ہے کہ وہ "

صرف عالمِ ملکوت کے مشاہدہ میں ہوتا ہے۔ اور دُوسرا عالم ملک کے مشاہدہ میں، اور جس امام کی نظر عالم ملکوت پر ہوتی ہے وُہ دُوسرے کی بہ نسبت بلحاظِ مقام اعلیٰ ہوتا ہے۔ (یہ کلام ختم ہو گیا)۔

ابدال کی تشریح

ابدالؔ، ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ بدل کی جمع ہے۔ ابدال کو ابدال کیوں کہتے ہیں، اس کی وجہ تسمیہ آگے حدیث کے حوالہ سے آرہی ہے۔ کہ جب ان میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے بدل دُوسرے شخص کو مقرر فرما دیا کرتے ہیں۔ (یہ تو ابدال کی ایک وجہ تسمیہ ہوئی اور دُوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ) وُہ حضرات اپنے بُرے اخلاق کو بدل ڈالتے اور اپنے آپ کو مرضاتِ الٰہیہ (پسندیدگی خداوندی) کے مطابق ڈھال لیا کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے اچھے اخلاق ان کے اعمال کا زیور بن جاتے ہیں۔

(تیسری وجہ تسمیہ) یا اس مقام کے اولیاء کو ابدال اس لیئے کہتے ہیں کہ وُہ انبیاء علیہم السلام کے جانشین ہوتے ہیں (تو اس معنی گویا اُن کا بدل ہوئے) جیسا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں آگے آرہا ہے (چوتھی وجہ تسمیہ) جیسا کہ الشہاب المنینی نے عارف ابن عربی سے نقل کیا ہے کہ (ابدال جمع ہے بدل کی تو بدل ایک اور ابدال متعدد افراد جو ایک خاص قسم کے اولیاء ہوتے ہیں) جب کوئی بدل (ابدال) کسی جگہ سے دُوسری جگہ جاتا ہے تو وہاں اپنی رُوحانی حقیقت کو چھوڑ جایا کرتا ہے۔ جس کے پاس اُس علاقہ کے تمام ارواح اکٹھے ہوتے ہیں جہاں سے وُہ بدل (ابدال) گیا ہے۔ پھر اگر اُس علاقہ کے لوگ اُس علاقہ کے ابدال کی زیارت کے زیادہ مشتاق ہوں تو وُہ حقیقتِ رُوحانی جس کو ابدال اپنی جگہ چھوڑ کر گئے ہیں، جسدی اور جسمانی لباس پہن کر ان لوگوں سے کلام کرتی ہے اور وُہ اُس سے انس کرتے ہیں، جب کہ وُہ اصلی ابدال اپنی جگہ سے غائب ہوتا ہے، اور کبھی یہ کام یعنی ابدال کا اپنی جگہ سے دُوسری جگہ جانا بدل کو چھوڑے بغیر ہوا کرتا ہے اور فرق ان دو باتوں میں یہ ہے کہ اگر ابدال اپنی جگہ اپنا بدل اور قائم مقام چھوڑ کر کہیں جائے تو وُہ بدل

؎ اور یا ابدال کے نام کی وجہ یہ ہے۔

اور قائم مقام بھی ایک جگہ سے دُوسری جگہ رحلت کرتا اور آتا جاتا ہے۔ اور اس بات سے واقف ہوتا ہے کہ اس کو کسی نے اپنی جگہ پر چھوڑ رکھا ہے۔ اور اگر دوسرے ابدال کسی غیر کو یا بدل تو قرار دیئے ویسے ہی چھوڑ کر چلا جائے تو وہ پھر رحلت کرنے آنے جانے جیسے اور علم وغیرہ سے ناواقف و نابلد ہوتی ہے۔ (یہاں پر شہاب کا کلام بحوالہ ابن عربی ختم ہو گیا ہے)

اور قصیدہ تائیہ کی شرح میں علامہ قاشانی فرماتے ہیں کہ ابدال (اولیاء اللہ) سے مراد وہ گروہ ہے جو اہل محبت اہل کشف، اہل مشاہدہ، اہل حضور (حضوری) ہوتے ہیں اور لوگوں کو توحید الٰہی اور دین اسلام کی طرف بلاتے ہیں (یہاں پر اصل عربی نسخہ میں کسی قدر عبارت چھوٹی ہوئی ہے)۔

اور اللہ تعالیٰ اُن (اولیاء ابدال) کے وجود کی برکت سے بندوں کو خوشحال اور شہروں کو آباد فرماتا ہے اور اُن کے طفیل لوگوں سے بلاؤں اور شر و فساد کو دور فرماتا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی میں اللہ تعالیٰ سے حکایت کرتے ہوئے آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "جب میرا بندہ (دوسرے کاموں کو چھوڑ کر) زیادہ تر میرے ساتھ ہی مشغول رہے تو میں اُس کی ہمت و ارادے اور لذت کو اپنی یاد و ذکر میں ہی لگا دیا کرتا ہوں۔ پھر جب میں اس کی ہمت اور لذت کو اپنی یاد میں لگا دیتا ہوں، تو پھر وہ مجھ سے عشق اور میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور اپنے اور اس کے درمیان کا حجاب اُٹھا دیتا ہوں، تو پھر جب لوگوں کو سہو ہوتا ہے تو اُس کو (اس مقام پر پہنچ کر) سہو نہیں ہوتا (بھولتا نہیں) ایسے لوگوں کا کلام انبیاء علیہم السلام کا کلام ہوتا ہے۔ اور یہی لوگ صحیح ابدال ہوتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب زمین والوں پر کوئی عذاب نازل کرنا چاہتا ہوں تو اس معاملے میں اُن (ابدال) کو یاد کرتا ہوں۔ (اُن پر نظر ڈالتا ہوں) تو پھر اُن کے طفیل دُوسرے لوگوں سے عذاب کو ٹال دیتا ہوں" (حدیث قدسی کا مضمون ختم ہو گیا)۔ اور ابدال چالیس مرد ہوتے ہیں۔ کہ اُن میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص مقام و درجہ ہوتا ہے۔ کہ اُن کا پہلا درجہ گروہ صالحین کا آخری درجہ ہوتا ہے۔ (صالحین کا گروہ ابدال سے مرتبہ میں کم اور نیچے ہوتا ہے)۔ اور اولیاء ابدال کا آخری درجہ قطب کا پہلا درجہ ہوتا ہے (یعنی قطب ابدال سے درجہ میں اُوپر ہوتا ہے اور اس کا پہلا زینہ ترقی رُوحانی ابدال کے لیئے آخری زینہ ہوتا ہے) پھر جب ابدال میں کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اُس کا جانشین اُس کو بنا دیتا ہے جو اُس کے ماتحتوں میں سے اُس کے قریب ہوتا ہے ۔ پھر یونہی ہر اُس ابدال کا تبادلہ کیا جاتا ہے جو پہلے سے درجے میں کم ہوتا ہے ۔ تو اس تبادلے کے نتیجے میں صالحین کے گروہ میں سے ایک صالح 'ابدال کے پہلے درجے پر ترقی پا جاتا ہے ، اور اب وہ ابدال کی لڑی میں پرو دیا جاتا ہے ۔ (یعنی اِس کا شمار اب گروہِ ابدال میں سے ہونے لگتا ہے) اور ابدال کی یہ تعداد (چالیس کی) ہمیشہ پُوری ہی رہتی ہے ۔ یہاں تک کہ جب قیامت آئے گی تو وہ سب کے سب اُٹھا لیے جائیں گے ۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے ۔ (یہاں پر علامہ قاشانی کا کلام ختم ہوا) ۔

اِمام غزالی کا حوالہ

کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں امام حجۃ الاسلام غزالی اللہ تعالیٰ ان کے طفیل ہمیں نفع پہنچائے ' کتاب '' ذم الکبر والعجب '' سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ '' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جنہیں ابدال کہا جاتا ہے ۔ جو کہ انبیاء کے نائب سمجھتے ہیں ۔ وہ زمین کے اوتاد (یعنی میخیں) ہوتے ہیں ۔ تو جب نبوت ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی جگہ پر (یعنی اُن کی نیابت میں) اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے ایسی قوم کو رکھا کہ اُن کے اور دُوسرے لوگوں کے درمیان زیادہ روزوں ' یا زیادہ نمازوں ' یا زیادہ خوبصورتی کی وجہ سے کوئی امتیاز نہیں ہوتا ، لیکن زیادہ پرہیزگاری ' نیت کی خوبی ' تمام مسلمانوں کی نسبت سے سینے (دل) کی صفائی اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے بڑے صبر اور بغیر ذلت (ذلالت) کے تواضع و عاجزی کے ساتھ کرنا ' وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ چُن لیتا ، منتخب فرماتا ، اور اپنی ذات کے لیے خالص و مخصوص کر لیتا ہے ۔ اور وہ چالیس صدیق ہوتے ہیں ۔ جن میں تیس مرد ایسے ہوتے ہیں جن کے دلوں میں حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا یقین جاگزیں ہوتا ہے ۔ اُن میں سے کسی کا انتقال نہیں ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ پر اُس کا نائب پیدا فرما دیتا ہے ۔ (یعنی کسی ابدال کا انتقال اُس وقت ہوتا ہے جبکہ پہلے سے اُس کے جانشین کا انتظام کر لیا جاتا ہے) ۔

میرے بھائی خوب سمجھ لو (ان حضرات کی نشانی یہ ہے کہ) یہ لوگ نہ تو کسی چیز پر لعنت کرتے ہیں (کسی چیز کی بُرائی نہیں کرتے) اور نہ ہی کسی چیز کو ستاتے ہیں ۔ اور نہ کسی چیز کی تحقیر کرتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی چیز پر فخر اور بڑائی جتاتے ہیں اور نہ کسی چیز پر حسد کرتے ہیں ۔ اور نہ ہی دُنیا کی حرص کرتے ہیں ۔ یہ لوگ نیکی اور پاکبازی میں سب سے بڑھ کر ہوتے ہیں ۔ جسمانی لحاظ سے (پیدائشی طور پر) بہت نرم، اور دل کے بہت سخی ہوتے ہیں۔ اُن کی نشانی سخاوت ہے، اور اُن کی عادت خوش رُوئی و خندہ پیشانی و بشاش بشاش رہنا ہے اور ان کی صفت سلامتی ہے ۔ وُہ نہ تو آج کسی خوف میں مبتلا ہیں اور نہ کل کسی غفلت میں، بلکہ وُہ تو اپنی ظاہری حالت پر ہمیشہ قائم و دائم رہتے ہیں ۔ اور اُس باطنی و پوشیدہ حالت پر (ثابت و قائم رہتے ہیں) جو اُن کے اور اُن کے رب عزّ و جلّ کے درمیان راز ہے ۔ نہ تو اُن کو آندھیاں پا سکتی ہیں اور نہ ہی تیز رفتار گھوڑے اُن تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں ۔ (مطلب یہ ہے کہ ان حضرات اہل اللہ کی رفتار اور طیر و سیرِ نورانی اس قدر تیز ہے کہ یہ دُنیاوی و مادی تیز رفتار چیزیں اُن کے گردِ قدم تک نہیں پہنچ پاتیں) اُن کے قلوب (دل) خوشی اور شوق سے اور نیکی کے میدان میں سبقت لینے اور آگے بڑھنے کے لیے بارگاہِ الٰہی کی طرف اوپر پرواز کر جاتے ہیں ۔ ”یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے ۔ اور یقین رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہے“۔ (”یہ لوگ سے لے کر کامیاب ہے“ تک آیتِ قرآنی کا مضمون ہے) ۔

حدیثِ مذکور کے راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالدرداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ”میں نے کبھی کوئی صفت نہیں سُنی جو میرے نزدیک ان صفاتِ مذکورہ سے زیادہ دُشوار اور مشکل ہو ۔ تو مجھے (بتائیے) کہ میں ان صفات تک کیسے رسائی حاصل کر سکتا ہوں“، (حضرت ابوالدرداء صحابی نے) فرمایا کہ تم ان صفات کے کھلے میدان میں اُسی وقت پہنچ سکتے ہو جب کہ تم دُنیا کو اپنے ہاں مبغوض رکھو ۔ (دُنیا کو اپنا دُشمن سمجھو) کیوں کہ تم جس قدر دُنیا سے دُشمنی کرو گے، اُسی قدر آخرت کی محبت کی طرف متوجہ ہو جاؤ گے اور تم جس قدر آخرت سے محبت رکھتے ہو اُسی قدر دُنیا سے بے رغبتی رکھو (اور زُہد اختیار کرو) اور تم جس قدر بھی دُنیا سے بے رغبتی برتو گے اُسی قدر اپنا فائدہ دیکھو گے ۔

پھر جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے حسنِ طلب (جستجو کی خوبی) کو دیکھتا ہے تو اُس کے کاموں میں درستگی پیدا فرما دیتا ہے اور اُسے اپنی پناہ و حفاظت میں لے لیتا ہے۔

تو اے میرے بھتیجے! سمجھ لو کہ یہ بات (عصمت و حفاظتِ الٰہی، اللہ تعالیٰ کی معیت) تو اللہ تعالیٰ کی اُتاری ہوئی کتاب (قرآنِ پاک) میں مذکور ہے چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے"۔

یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں کہ ہم نے (حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی روشنی میں) اس بارے میں جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور مرضیاتِ الٰہی کی چاہت کی لذت کی طرح دُنیا کی کسی بھی چیز سے ایسی لذت اور حظ کسی نے کبھی نہیں اُٹھایا (یعنی جیسا لُطف اور مزہ خدا کی محبت، اور اُس کے پسندیدہ کاموں کی چاہت میں ہے، ویسا لطف اور مزہ دُنیا کی کسی بھی چیز میں نہیں ہے) (یہاں پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہو گیا)۔

(فائدہ) عارف باللہ ابنِ عربی نے اپنی کتاب "حلیۃ الابدال" میں فرمایا کہ "میرے ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ "میں ایک رات اپنے (معمول کے) وِرد و وظیفے کو پورا کر کے اپنے گھٹنوں پر سر کو رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا تھا کہ اچانک مجھے کسی شخص کی آمد محسوس ہوئی جس نے آ کر میرے نیچے سے میری جائے نماز کو نکال کر اُس کی جگہ پر چٹائی بچھا دی' اور پھر کہا کہ "اِس پر نماز پڑھو" جبکہ میرے گھر کا دروازہ بند تھا، تو اِس سے میرے اندر گھبراہٹ پیدا ہو گئی تو اُس شخص نے مجھ سے کہا کہ "جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مانوس ہوا کرتا ہے وہ گھبرایا نہیں کرتا" اس کے بعد میرے دل میں منجانب اللہ ایک بات ڈالی گئی، چنانچہ میں نے اُس شخص سے کہا کہ "اے میرے آقا یہ بتائیے کہ وہ اولیاء ابدال کس چیز اور کس کام سے ابدال بنا کرتے ہیں، تو اُس نے جواب دیا کہ چار کاموں سے

لغات: ۱ افرغ الماء، پانی گرانا۔ ۲ السداد: - درستی۔ راستی۔ ہدایت"۔ ۳ اکتنف: - اونٹوں کے لیے باڑھ بنانا"۔ ۴ العصمۃ: - بچاؤ" گوبند، پشہ"

جن کا ذکر امام ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "قوت القلوب" میں فرمایا ہے: (۱) خاموشی، (۲) لوگوں سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی، (۳) بھوک، (۴) بیداری۔ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا اور میں یہ نہ معلوم کر سکا کہ وہ اندر کیسے داخل ہوا اور پھر باہر کیسے گیا، جب کہ میرے گھر کا دروازہ بند ہی تھا"
(ابن عربی کے ساتھی کا کلام ختم ہو گیا)۔ عارف ابن عربی کہتے ہیں کہ یہ آنے والا شخص گروہِ ابدال سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا نام "معاذ بن اشرس ہے" اور جن چار باتوں کا اس نے ذکر کیا تھا وہ اس راستے کے ستون اور طریقت و روحانیت کی عمارت کے پائے ہیں۔ اب جس کو ان چار صفات میں پختگی حاصل نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے رکا ہوا ہے، اور میں نے اسی سلسلے میں یہ اشعار کہے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ:

(۱) اے وہ شخص جس نے ابدال کے مقام کے حصول کا ارادہ اُن اعمال کے اپنانے کے قصد کے بغیر ہی کر لیا ہے۔ (جن اعمال کا اپنانا اس مقصد کے لیے ضروری شرط ہے)۔

(۲) تو اُس مقام کی طمع نہ کر کیوں کہ تو اس کا اُس وقت تک اہل نہیں جب تک تو تمام حالات میں اُن حضرات کے قریب نہ ہو جائے (یعنی عملی لحاظ سے) (اور وہ اعمال یہ ہیں)۔

(۳) دل سے خاموش رہ، اور ہر اُس شخص سے کنارہ کر جو بھی تیرے قریب آئے، سوائے اپنے محرم راز دوست کے؛

(۴) اور جب تو بیدار اور بھوکا رہے، تو تو نے اُن کے مقام کو پا لیا، اور سفر و حضر یعنی ہر حال میں تو اُن کا ساتھی بن گیا۔

(۵) ولایت کے گھر کی بنیادیں ہمارے ابدال سرداروں نے آپس میں بانٹ رکھی ہیں"

(۶) (اور وہ بنیادیں ہیں) ۱۔ خاموشی، اور ۲۔ دائمی کنارہ کشی، اور ۳۔ بھوک، اور ۴۔ شب بیداری جو کہ گناہوں سے پاکی، اور علوِ مرتبت اور بلندیِ شان کا ذریعہ ہے"

(لغات) زاحم:۔ قریب ہونا۔

(ابنِ عربی کا کلام یہاں پر ختم ہُوا، جسے شہاب عینی نے خصائصِ نبویہ منظومہ کی شرح میں نقل فرمایا ہے)

(اَوتاد)

"اَوتاد"۔ واؤ کے کسرہ کے ساتھ "وِتد" کی جمع ہے اور واؤ کا فتحہ بھی اِس میں ایک لغت ہے:
عارف ابنِ عربی نے اپنی بعض تالیفات میں فرمایا ہے کہ اولیاء کا یہ گروہ جو اوتاد کہلاتا ہے، کبھی
کبھی ان سے لفظ "جبال" جو جمع ہے جبل کی، (جس کا ترجمہ ہے "پہاڑ") کے ساتھ بھی تعبیر کیجاتی ہے،
(یعنی لفظ "جبال" بول کر مراد اس سے اَولیاء اللہ کا یہ گروہ اوتاد لیا جاتا ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس
قول میں

"اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا o وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا o" الآیہ کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں
نہیں بنایا"۔ (یعنی بنایا ہے کیونکہ استفہام انکاری ہے اور لَم نفی و جحد ماضی کے لیئے ہے۔ اور نفی کی نفی،
اثبات ہوتا ہے) (تو اِس آیت میں شیخ ابنِ عربی کی تفسیر کے مطابق "جبال" سے مراد اولیاء اللہ کا
یہ گروہ ہے)۔ تو ان اوتاد اولیاء اللہ کی حیثیت جہان میں ایسی ہے جیسے زمین میں پہاڑ ہیں۔ تو جس طرح
پہاڑوں کی وجہ سے زمین ایک طرف کو جھکنے سے رُکی ہُوئی ہے اور اپنی جگہ پر ٹھہری ہُوئی ہے" (یونہی ان
اوتاد اولیاء اللہ کی وجہ سے دُنیا کے معاملات میں توازن پیدا ہوتا ہے) شہاب عینی مناوی سے نقل
کرتے ہُوئے فرماتے ہیں کہ" اوتاد اولیاء اللہ ہر زمانے میں چار ہوتے ہیں، کہ نہ تو اس سے زیادہ ہوتے
ہیں اور نہ کم، تو ان میں سے ایک کے ذریعے اللہ تعالےٰ مشرق کی نگرانی فرماتا ہے، اور دُوسرے
کے ذریعہ مغرب کی، تیسرے کے ذریعہ جنوب کی، اور چوتھے کے ذریعہ شمال کی"۔ شیخ ابنِ عربی فرماتے
ہیں کہ" ان اوتاد اربعہ میں سے ہر وتد (ہر ایک ولی) کے لیئے بیتُ اللہ شریف کے ارکانِ اربعہ
(چار گوشوں) میں سے ایک رُکن ہے؛ اور ان میں کا ہر ایک ایک نبیؑ کے قلب پر ہوتا ہے۔ تو جو
حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے، اُس کے لیئے بیت اللہ شریف کا رکن شامی ہے،
اور جو ابراہیم علیہ السلام کے قلب مبارک پر ہوتا ہے اُس کے لیئے خانہ کعبہ کا رکن عراقی ہے، اور جو عیسی

علیہ السلام کے قلب مبارک پر ہوتا ہے اُس کے لیئے بیت اللہ کا رکن یمانی ہے، اور جو شفیع عاصیاں رحمتِ عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اقدس پر ہوتا ہے اُس کے لیئے رکن حجر اسود ہے اور وُہ مقام ہمارے لیئے ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ (ابنِ عربی کا کلام ختم ہُوا) (یعنی ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ" یہ آخری مقام بحمد اللہ تعالیٰ مجھے حاصل ہے)

(نجباء)

نُجَباء۔ "نجیب"، کی جمع ہے۔ اور بعض اوقات "نجیب"، کی جمع "انجاب"، بھی بولی جاتی ہے۔ تاکہ "ابدال" اور "اقطاب" کے ساتھ اس کا وزن مطابق ہو جائے۔ لیکن نجیبؔ کی جمع انجابؔ خلافِ قیاس ہے، اور موافق قیاس اس کی جمع "نجباء" ہی ہے۔ جیسا کہ "کریم" کی جمع "کرماء" ہے۔ میرے سیّد عارف ابنِ عربی نے اپنی بعض تالیفات میں "فتوحاتِ مکیہ" کی طرف منسوب کرتے یعنی اُس کا حوالہ دیتے ہُوئے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ میں ایک گروہ "نجباء" ہے۔ اور اُس کی تعداد ہر زمانے میں آٹھ ہوتی ہے۔ نہ تو اس سے بڑھتے ہیں اور نہ ہی اس سے گھٹتے ہیں۔ اور یہ لوگ آٹھ صفات کے علم والے ہوتے ہیں۔ سات صفات تو مشہور ہی ہیں اور آٹھویں صفت ادراک ہے۔ (تو نجباء کو ان ثمانیہ کا کلی علم ہوتا ہے) اور اُن کی جائے قیام کرسی ہے جس سے وُہ آگے نہیں بڑھتے اور ستاروں کے سیر و حرکت کا انہیں گہرا اور پختہ علم ہوتا ہے۔ اور یہ علم دونوں طریق سے حاصل ہوتا ہے۔ (۱) ایک تو ازراہ کشف، اور (۲) دُوسرے اِس فن (جس طرح کہ علماء کے نزدیک بطریقہ ستاروں کی حرکات اور اُن کے نتائج معلوم کرنے کے لیئے مقرر ہے، اُس طریق پر مطلع ہونے کی وجہ سے (وُہ حرکات و تاثیراتِ کواکب معلوم کر لیا کرتے ہیں)۔ (یہ کلام ختم ہُوا)۔

(نُقباء)

اور نقباء جمع ہے نقیب کی۔ صحاح اللغۃ میں ہے کہ "نقیب" عریف کو کہتے ہیں۔ یعنی جو

آدمی قوم کی دیکھ بھال کرنیوالا اور اُن کا کفیل ہو، (انتہا) عارف ابن عربی کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نویں آسمان کے علم کے جامع ہوتے ہیں، اور "بحار" اُن آٹھوں آسمانوں کے علوم کے حامل ہوتے ہیں جو نویں آسمان کے نیچے ہیں اور ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ "اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے نقباء بھی ہیں۔ اور نقیب ہر زمانے میں بارہ ہی ہوتے ہیں۔ کم و بیش نہیں ہوتے۔ سو ان کی تعداد آسمان کے بارہ برجوں کے مطابق بارہ ہے۔ اور ہر نقیب ایک برج کی خاصیات اور اُن اسرار و تاثیرات کو جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے مقام میں ودیعت فرما رکھی ہے۔ اور کواکب (ستارے) سیارہ اور ثوابت کے قطع و برید کو بھی (جانتا ہے)۔ کیونکہ ثوابت ستاروں کے لیے حرکتیں بھی ہیں۔ اور برجوں میں ایسے طریق سے قطع و برید کرنا بھی کہ جس کی وجہ سے اُن کے حسن و خوبی میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ قطع و برید کا یہ عمل ہزاروں سالوں میں کہیں ایک بار ہوا کرتا ہے۔ اور رصدگاہوں والے اس کے مشاہدہ سے قاصر رہتے ہیں۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان نقباء کے ہاتھوں میں تمام اُتاری گئی شریعتوں کے علوم رکھے ہیں، اور یہ حضرات نفس کی پوشیدہ خرابیوں اور حیلات کو معلوم کر لیا کرتے ہیں۔ اور اُس کا مکر و فریب اور ابلیس کا دھوکہ اُن پر واضح ہو جاتا ہے اور ان حضرات کو ابلیس کی ایسی باتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں جو خود اُس کو بھی معلوم نہیں ہوتیں (انتہا) اور باقی رہے دو امام جن پر پہلے کلام ہو چکا ہے کہ وہ قطب الاقطاب کے وزیر ہوتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کی اور قسم ہے جن کو "افراد" کہتے ہیں۔

افراد:۔ عارف ابن عربی نے اپنی بعض کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ فرشتوں میں ان اولیاء افراد کی نظیر وہ اہم فرشتے ہیں جن کو کروبیین کہتے ہیں (یعنی مقربین) یہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں مقیم اور اُس کی حضوری میں حاضر رہتے ہیں۔ اور سوائے اُس کے کسی کو نہیں پہچانتے۔ اور جس قدر اُس کی معرفت حاصل کر چکے ہیں اس کے علاوہ اس سلسلہ میں اور کچھ نہیں جانتے۔ اور ان کی حالت کچھ اس قسم کی ہوتی ہے کہ ان کے نفسوں کو بھی ان کی ذات کا علم نہیں ہوتا۔ (کیونکہ مقام نفس اور ہے اور مقام ذات اور) اور حقیقت میں اُن کو اُن کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ اُن کا مقام صدیقیت اور نبوت

کے درمیان ہے۔ (انتہیٰ)

(فصل: ان اولیاء اللہ کی تعداد اور جائے سکونت کے بیان میں)

برہان ابراہیم لقانی نے شرح منظومۃ الکبریٰ میں جس کا نام "عمدۃ المرید لجوہرۃ التوحید" ہے۔ ابن تلمسانی کے حواشی "شفاء" سے نقل کیا ہے کہ خطیب نے "تاریخ بغداد" میں "کتانی" کے حوالے سے تصریح نقل کی ہے کہ "نقباء" تین سو ہوتے ہیں اور "نجباء" ستر اور "ابدال" چالیس اور "اخیار" سات اور "عمد" جن کو "اوتاد" بھی کہتے ہیں، چار اور "غوث" ایک ہوتا ہے۔ تو "نقباء" کی جائے سکونت مغرب ہے۔ اور "نجباء" کا مسکن مصر ہے۔ اور "ابدال" شام میں رہتے ہیں۔ اور "اخیار" زمین پر سیاحت کرتے رہتے ہیں۔ اور "عمد" و "اوتاد" زمین کے گوشوں میں سکونت پذیر رہتے ہیں۔ اور "غوث" کی رہائش مکہ معظمہ ہے۔ پھر جب عوام الناس کے بارے میں کوئی حاجت پیش آتی ہے تو "نقباء" بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑا کر دعا مانگا کرتے ہیں، قبول ہو جائے تو بہتر ورنہ پھر "نجباء" بارگاہِ الوہیت میں زاری کیا کرتے ہیں۔ قبول ہو گئی تو بہتر ورنہ "ابدال" دعا مانگتے ہیں، پھر "اخیار" پھر "اوتاد" زاری کیا کرتے ہیں۔ تو اگر ان کی دعا وزاری سے پوری کی پوری کی حاجت یا اس کا کچھ حصہ پورا ہو گیا تو بہتر، ورنہ "غوثِ وقت" بارگاہِ خداوندی میں عاجزی سے دعا مانگتے ہیں، تو ان کا سوال ابھی پورا بھی نہیں ہوتا کہ ان کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ (انتہیٰ)

اور ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "نقباء" تین سو ہیں۔ اور "نجباء" ستر، اور "ابدال" چالیس، اور "اخیار" سات اور "عمد یعنی اوتاد" چار اور "غوث" ایک ہوتا ہے۔" اور ابوبکر مطوعی ایک ایسے شخص سے روایت کرتے ہیں جس نے خضر علیہ السلام کی زیارت کی، اور ان سے ہم کلام بھی ہوا تھا کہ خضر علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو زمین نے رو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ میرے مولا اب تو میں اس حال میں رہ گئی ہوں کہ مجھ پر قیامت تک کوئی بھی نبی چلے پھرے گا نہیں۔ (دیکھئے زمین بھی جانتی ہے کہ،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور آپ کے بعد دوسرا کوئی بھی نبی نہیں آ سکتا) تو اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ "اب میں تیری ہی پشت پر اس اُمت میں سے ایسے اولیاء پیدا و مقرر کروں گا جن کے قلوب انبیاء علیہم السلام کے قلوب پر ہوں گے اور میں تجھ کو ان سے قیامت تک خالی نہیں چھوڑوں گا زمین نے عرض کیا کہ اُن کی تعداد کتنی کچھ ہوگی، فرمایا تین سو تو (عام) اولیاء ہوا کریں گے، اور ستر " نجبا" ہوں گے اور چالیس "اوتاد" اور دس "نقباء" اور سات "عرفاء" اور تین "مختارون" اور ایک "غوث" ہوگا، پھر جب غوث کا انتقال ہوگا تو نچلے تین اولیاء کسی کو ترقی دے کر اس کی جگہ پر غوث بنا دیا جاتے گا۔ اور سات میں کسی کو ترقی دے کر تین کی تعداد پوری کر دی جائے گی اور دس میں کسی کو ترقی دے کر سات، چالیس میں سے کسی کو ترقی دے کر دس، اور ستر میں کسی کو ترقی دے کر چالیس، اور تین سو عام اولیاء اللہ میں کسی کو ترقی دے کر ستر اور دوسرے لوگوں میں سے کسی کا انتخاب کر کے تین سو کی تعداد پوری کر دی جائے گی، اور یہ سلسلہ صور کے پھونکے جانے یعنی تاقیام قیامت یونہی جاری رہے گا۔ (انتہی کلامہ) میں کہتا ہوں کہ اس مذکورہ حوالہ میں جو ان خاص اولیاء اللہ کی تعداد کی تعیین کی گئی ہے اس بارے میں کچھ مخالفت بھی ہے جیسا کہ پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

(صاحب مناصب اولیاء اللہ کی تعداد میں اختلاف کی وجہ)

اور ان کی تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جس نے زیادہ تعداد بیان کی ہے اُس نے سب کا ذکر کیا ہے اور جس نے کم تعداد بتائی ہے اُس نے اُس درجے کے رئیس اور بلند پایہ اولیاء کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ اور دوسروں کی نسبت اُس طبقہ کے جو راسخ القدم حضرات تھے، صرف اُن ہی مخصوص ہستیوں کا عدد بتایا کُل کا نہیں۔ آگے جو بات آ رہی ہے اس کے جواب میں بھی یونہی کہا جائے گا۔

اور بعض حضرات نے اس سوال (یعنی اختلاف تعداد مرویہ) کا یہ جواب دیا ہے کہ "صحیح ترین روایت سے معین تعداد مفہوم نہیں ہوتی" لیکن ہمارا جواب جو اوپر مذکور ہوا، اس جواب سے زیادہ اچھا ہے کیوں کہ ان حضرات کے بارے میں یہ قید لگائی گئی ہے کہ "ان کی معینہ تعداد میں کوئی کمی یا بیشی نہیں ہوتی" اور اس کے علاوہ ایک اور جواب بھی آگے آ رہا ہے۔ سو اب تم خود غور کر لو۔

دوسرا باب

اُن آثارِ نبویہ کے بیان میں جو کہ ان مخصوص اُولیاء اللہ کے موجود ہونے اور باقی مخلوق سے ان کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں

سو ان آثارِ نبویہ کا کچھ حصّہ علامہ ابنِ حجر نے "فتاویٰ حدیثیہ" میں اور "شہاب احمد منینی" نے اپنی منظومہ کی شرح میں، حافظ سیوطی سے نقل کرتے ہوئے، اور "امام مناوی" نے اور یونہی "مُلّا علی قاری" نے اپنی تصنیف "المعدن العدنی فی اویس القرنی" میں ذکر کیا ہے، سو اُن احادیثِ مُبارکہ میں ایک وُہ ہے جو امام حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "مُلکِ شام والوں کو بُرا نہ کہو کیوں کہ وہاں کے لوگوں میں "ابدال" بھی رہتے ہیں۔ اِس حدیث کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے دُوسری روایت میں مروی ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "(ہاں البتہ) ملکِ شام کے ظالم لوگوں کو بُرا کہہ سکتے ہو"۔ ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ "شام کے سب لوگوں کو (بلا استثناء) بُرا نہ کہا کرو کیوں کہ وہاں اللہ کے خاص بندے ابدال بھی رہتے ہیں"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ "ابدال شام میں، اور نجباء کوفہ میں رہتے ہیں"۔ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ "اوتاد کوفہ والوں میں سے ہیں اور ابدال شام والوں میں سے"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ "نجباء مصر میں رہتے ہیں اور اخیار عراق والوں میں سے ہیں اور قطب یمن میں، اور ابدال شام میں ہیں، مگر اُن کی تعداد تھوڑی ہے"۔ میں کہتا ہوں کہ اس روایت میں فرمایا گیا ہے کہ "نجباء مصر میں رہتے ہیں، جبکہ سابقہ روایت میں فرمایا کہ نجباء کوفہ میں رہائش پذیر ہیں، (سو ان دو روایتوں میں نجباء کی جائے سکونت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، یہ ایک سوال ہے اور اس کا حل یہ ہے کہ) حدیث کی ان دو روایتوں کو ملانے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نجباء ان دو مقامات میں سے کسی ایک مقام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کبھی تو کوفہ میں رہتے ہیں، اور کبھی مصر میں، سو

ان دو روایتوں میں کوئی منافات نہیں اور اللہ تعالیٰ (حقیقتِ حال کو) بہتر جانتا ہے"۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "ابدال شام میں رہتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں، ان کے ذریعہ سے بارش برستی ہے، اور ان کی برکت سے دشمن پر فتح حاصل ہوتی ہے اور انہی کے طفیل شام والوں سے عذاب دور کیا جاتا ہے"۔

اور میں کہتا ہوں کہ "شہاب منینی کی شرح میں لکھا ہے کہ "اس حدیث مذکور میں جو مدد و نصرت کو مقید کیا گیا ہے یہ دوسری احادیث کے منافی نہیں جن میں مدد و نصرت کو بغیر کسی قید کے مطلق ذکر کیا گیا ہے کیوں کہ ان اولیاء اللہ (ابدال) کی نصرت اپنے قرب وجوار میں رہنے والوں کے لیے زیادہ ہوتی ہے، اگرچہ وہ اہل شام کے علاوہ بھی سب کو شامل ہے۔ (انتہیٰ) (عرض مترجم) یہاں علامہ شامی کے بعض کلمات خصوصی توجہ کے قابل ہیں، کہ فرمایا "لان نصرتہم لمن الخ" یعنی ان حضرات اولیاء اللہ گروہِ ابدال کی مدد و نصرت الخ جس سے مفہوم ہوا کہ اولیاء اللہ لوگوں کی مافوق العادت مدد فرماتے ہیں کیوں کہ (نصرتہم) میں ھم ضمیر گروہِ ابدال کی طرف راجع ہے۔ تو مدد کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے اور جس مدد کا ذکر حدیث زیرِ نظر میں فرمایا گیا ہے وہ مافوق العادت مدد ہے۔ کہ بارش کا برسنا، دشمنوں کے مقابلہ میں غیبی فتح حاصل ہونا۔ عذابِ الٰہی کا دور ہو جانا" ظاہری اسباب کے تابع نہیں۔ تو وہ جو بعض حلقوں کی جانب سے مافوق العادت امور میں استعانت و استمداد اولیاء اللہ کو شرک قرار دیا جاتا ہے، لائیفاً بہ، وہ صحیح نہیں بلکہ تجاوز و زیادتی ہے۔ گو یہ درست ہے کہ اولیاء اللہ کی مدد مجازی، غیر حقیقی اور ان اختیارات کے تحت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ سمجھتے ہیں، خانہ زاد و ذاتی نہیں سمجھتے۔ (ناچیز مترجم)

(علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ)

محدث ابن ابی الدنیا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ابدال کے بارے میں سوال کیا تھا جو کہ ساٹھ مرد ہیں، تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی گروہ لکھ دیجئے اور ان کی صفات بیان فرما کر عقدہ کشائی فرمائیے، تو آپ نے فرمایا کہ،

وُہ لوگ کلام میں اور یُونہی خواہشات میں غلو و مبالغہ کرنے والے نہیں ہوتے (یعنی جیسا کہ عام لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا کرتے ہیں، وُہ پاکباز لوگ اس طرح گفتگو سے احتراز فرمایا کرتے ہیں، سادہ، حقیقی، سچی گفتگو، اور سیدھی سادی بات کیا کرتے ہیں) اور وُہ زندگی کے کسی بھی مرحلے پر خلافِ سُنّت کوئی کام نہیں کرتے۔ اور چرب زبانی سے کلام نہیں کرتے، اور نہ ہی لوگوں سے متعلق معاملات میں گہرائی تک جاتے اور چھان پھٹک کرتے ہیں، (یعنی نہ تو کسی کی ٹوہ کرتے ہیں، اور نہ ہی دُوسروں کا کھوج لگاتے پھرتے ہیں۔ بلکہ اپنے حال میں مگن اور اپنے کام سے کام رکھتے ہیں، کیونکہ "تجھے دُوسروں کی کیا پڑی پہلے اپنی نبیڑ تو") جو کچھ بھی اُنہوں نے پایا وُہ نماز و روزے اور صدقہ و خیرات کی کثرت سے نہیں پایا بلکہ نفس کی سخاوت، دِل کی سلامتی، اور اپنے پیشواؤں کی خیر خواہی سے پایا ہے"۔ (اس حدیثِ نبوی کا مضمون ختم ہُوا)

حضرت انس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ "اَبدال چالیس مرد ہیں، جن میں بائیس تو شام میں اٹھارہ عراق میں ہیں، جب اِن میں کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ پر کسی اور کو ابدال مقرر فرما دیتا ہے۔ پھر جب قیامت آئے گی (دُوسرا ترجمہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم آئیگا تو) سب کے سب اُٹھا لیئے جائیں گے، پھر اُس وقت قیامت قائم ہوگی۔ اس کو حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے"۔ ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے مرفوعاً مروی ہے کہ، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ابدال چالیس مرد ہیں اور چالیس عورتیں، پھر جب ان میں کسی مرد کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ پر کسی مرد کو ابدال بناتا ہے۔ اور اگر ان عورتوں میں سے کسی عورت کا اِنتقال ہو جائے تو اُس کی جگہ پر کسی عورت ہی کو ابدال بناتا ہے۔ اِس حدیث کو محدث

لُغات:- (۱) المتقعّرین۔ تقعّر فی الکلام، غلو کرنا، فی شہواتہ، مبالغہ کرنا (۲) المتعمّقین۔ تعمّق فی الامر، معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرنا، فی کلامہ، خوب چرب زبانی سے گفتگو کرنا۔

(مصباح اللغات)

دیلمی نے "مسند الفردوس" میں روایت کیا ہے۔ اور ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میری اُمّت کے ابدال جنت میں نماز، روزے کی کثرت کی وجہ سے نہیں جائیں گے، بلکہ جنت میں ان کا داخلہ دلوں کی صفائی اور سلامتی، اور نفسوں کی سخاوت کی وجہ سے ہوگا۔" اس کو محدّث ابن عدی، اور خلال نے روایت کیا ہے، اور "خلال" اس کے آخیر میں یہ الفاظ بھی لاتے ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ابدال" دُوسرے مسلمانوں کی خیرخواہی کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔" اور ایک روایت حدیث میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وساطت سے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "زمین کبھی بھی چالیس ایسے مردوں سے خالی نہیں ہُوا کرتی جو کہ ابراہیم، خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی مثل ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے بارشیں برستی ہیں: اور اُن کی وجہ سے مدد ملتی اور فتح حاصل ہُوا کرتی ہے۔ ان میں سے کسی کا انتقال ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر کسی دُوسرے کو مقرر کر دیتا ہے"۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "ہمیں اس بات میں شک نہیں کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اُن پاکباز مردوں میں سے ہیں"۔ (جن کے طفیل دُنیا والوں کو خدائی امداد حاصل ہوتی ہے) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اللہ تعالیٰ باپ بیٹے دونوں سے راضی ہو) سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "نوح علیہ السلام کے بعد زمین کبھی بھی سات ایسے مردوں سے خالی نہیں ہُوئی جن کے طفیل اللہ تعالیٰ زمین والوں سے آفات و بلیات اور عذاب کو اُٹھا لیتا ہے"۔) اور حضرت ابن عمر سے اللہ تعالیٰ باپ بیٹے دونوں سے راضی ہو، روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میری اُمّت کے اندر ہر زمانے میں پانچ سو بہترین افراد موجود رہیں گے اور ابدال چالیس ہوں گے تو نہ اُن پانچ سو میں کوئی کمی ہوگی اور نہ ہی ان چالیس میں، پھر جب چالیس میں سے کسی کا انتقال ہوگا تو اُن پانچ سو میں کسی کو ترقی دے کر اُس ابدال کی جگہ مقرر کر دیا جائیگا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں اُن کے اعمال بتائیے۔ فرمایا جو اُن پر ظلم کریگا اُس کو معاف کر دیا کریں گے، اور جو اُن کے ساتھ بُرائی کرے گا اُس کے ساتھ احسان کریں گے۔ اور اللہ نے جو مال اُن کو دے رکھا ہوگا اُس سے محتاجوں اور غریبوں کی مدد کیا کریں گے

اِس حدیث کو ابو نعیم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور ایک روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہر زمانے میں میری اُمت کے اندر ایسے لوگ ہوں گے جو نیک اعمال اور روحانیت میں دوسروں سے آگے بڑھے ہوئے ہوں گے اس حدیث کو محدث ابو نعیم نے اپنی کتاب "حلیہ" میں روایت کیا ہے، اور ان کے علاوہ حکیم ترمذی نے بھی اس کو روایت کیا ہے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں اللہ کے تین سو ایسے بندے ہوتے ہیں جن کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے دل پر ہوتے ہیں، اور چالیس بندے ایسے ہوتے ہیں جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہوتے ہیں اور پانچ ایسے آدمی ہوتے ہیں جن کے دل جبرائیل علیہ السلام کے دل پر ہوتے ہیں۔ اور لوگوں میں اللہ کے تین ایسے بندے ہوتے ہیں جن کے دل میکائیل علیہ السلام کے دل اور اللہ کی مخلوق میں ایک ایسا آدمی ہوتا ہے جس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہوتا ہے۔ پھر جب اُس کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین ماتحت آدمیوں میں سے کسی کو اُس کی جگہ مقرر کر دیتا ہے، اور جب اُن تین میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ میں سے کسی کو اُس کی جگہ مقرر کر دیتا ہے، اور اگر پانچ میں سے کسی کا انتقال ہو تو سات (عرفاً) میں کسی کو اُس کی جگہ پر تعینات کر دیتا ہے، اور جب سات میں سے کسی کا انتقال ہو تو چالیس میں سے کسی کو اُس کی جگہ پر متعین کر دیتا ہے، اور چالیس میں کسی کا انتقال ہو جائے تو تین سو میں سے کسی کو اُس کی جگہ پر تعینات کر دیتا ہے۔ اور جب اُن تین سو میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ عام لوگوں میں کسی کو اُس کی جگہ پر ترقی دے دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان اولیاء کے ذریعے سے جلاتا، اور مارتا، اور اُگاتا ہے۔ (یعنی غلے وغیرہ اُگاتا ہے) اور اُن کے طفیل ہی مخلوق سے بلائیں دفع کرتا ہے،

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اُن، کے ذریعے سے کیسے جلاتا اور مارتا ہے، جواباً فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ تعالیٰ سے اُمت کی کثرت کا سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی

درخواست کو منظور فرما کر اُمت کو بڑھاتا ہے (یہ تو جِلانا ہوا) اور وہ سرکش لوگوں کے خلاف دُعا کرتے ہیں تو پھر وہ اُن کی بد دُعا کی وجہ سے ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ (یہ مارنا ہوا) اور وہ اولیاء اللہ تعالیٰ سے بارش مانگتے ہیں تو اُن کی دُعا سے لوگوں پر بارش برسا دی جاتی ہے۔ اور کھیتی وغیرہ فصلوں کا لوگوں کے لیے سوال کرتے ہیں، تو ان کی دُعا سے زمین فصلیں اُگاتی ہے۔ اور مخلوق سے بلاؤں کے دفعیہ کی دعا کرتے ہیں تو ان کے طفیل اللہ تعالیٰ لوگوں سے بلائیں دفع فرما دیا کرتا ہے۔" اس حدیث کو محدث "ابن عساکر" نے روایت کیا ہے۔

اور بعض حضرات محدثین نے فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس بات کا ذکر نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی ولی کو اُن کے قلبِ اقدس پر بھی پیدا فرماتا ہے۔ (جیسا کہ دُوسرے اولیاء اللہ کے بارے میں فرمایا کہ ان میں سے بعض کو حضرت آدم علیہ السلام اور بعض کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر پیدا فرمایا کرتا ہے) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے عالم خلق و عالم امر دونوں میں قلبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عزت و شرف و بزرگی و کرم اور لطف والا کسی کو پیدا نہیں فرمایا۔ (لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اقدس پر کسی کے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) تو انبیاء، ملائکہ اور اولیاء کے قلوب قلبِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سے اُسی طرح ہیں جس طرح کہ سُورج کی روشنی کی بہ نسبت دُوسرے ستارے ہیں، اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کے مظہر ہیں بخلاف دُوسرے حضرات کے کہ وہ اُس کی ایسی بعض صفات کے مظہر ہیں جو اُس کی تجلیات کی صُورتوں میں مخلوقات پر وارد ہُوا کرتی ہیں۱۔" میں کہتا ہُوں کہ اس کلام کا تقاضا یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بات مروی نہیں کہ اولیاء اللہ میں سے کسی کا قلب قلبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوتا ہے۔ سو اب تم خود اس میں غور کرلو اور اس کے ساتھ عارف ابن عربی کا گذشتہ کلام بھی نظر میں رکھو جو پہلے "ارتاد" کے عنوان کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے کہ موصوف نے فرمایا

---

۱ یہاں پر اصل نسخہ کتاب میں لفظ "کونات" ہو تو ترجمہ مخلوقات ہے، اور اگر لفظ "مکنونات" ہو تو پھر ترجمہ "اُس کی پوشیدہ و مخفی چیزوں" ہوگا۔

ہر ایک اوتاد میں سے ایک کا قلب قلبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے، اور شیخ نے یہ مقام اپنی طرف منسوب فرمایا۔ اور عارف ابنِ عربی، اللہ تعالیٰ اُن کی رُوح کو پاک فرمائے اور ہمیں اس کے ذریعہ[۱] سے نفع پہنچائے "، کا مقام تعریف سے بلند تر ہے۔ جیسا کہ وُہ لوگ جانتے ہیں جن کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے نُورانی بنایا اور اُن کے دل کو حسد سے پاک فرمایا ہے۔ (اور وُہ صاف نیّت والے ہیں) (تو شیخ گویا ہر درجۂ اوتاد کے بزرگ ترین ولی تھے اور سینئر اوتاد، جس کی اطلاع اُن کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ازراہِ کشف مل چکی تھی۔ اور ان اوتاد میں بعض وُہ حضرات تھے جن کا قلب ابراہیم خلیل الرحمٰن کے قلب پر تھا۔ اور چونکہ ابراہیم علیہ السلام سے علوم و معارف میں بلند و فائق سوائے ہمارے نبی مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور کوئی شخصیت نہیں، اِس لیے شیخ نے کہہ دیا کہ سینئر اوتاد کا قلب، قلبِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہوتا ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ سینئر اوتاد دُوسرے ہم طبقہ و ہم درجہ او ہم زمان اولیاء اللہ سے بلحاظِ مقام بلند اور فائق ہوتا ہے، تو دُوسروں پر اس کے مقام کی بلندی و فوقیت کو واضح اور ظاہر کرنے کے لیے شیخ نے یہ کہہ دیا کہ اس کا قلب قلبِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔ اگرچہ حقیقت میں من کل الوجوہ اور ہر لحاظ سے تو قلبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور بالکل اُس جیسا تو کوئی بھی نہیں ہے۔ سو اب تم غور کر لو۔

اور شیخ ابن عربی قدس سرہٗ نے (قلبِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہے) اپنی بعض کتابوں میں یہ جو فرمایا ہے کہ ان حضرات میں کا ایک نبی یا فرشتے کے قلب پر ہوتا ہے، تو اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ معارف الٰہیہ کے باب میں اُن حضرات اولیاء اللہ کو اُس شخص کا سا دل دیا جاتا ہے کیوں کہ عُلومِ الٰہیہ کا ورود قلب ہی پر ہُوا کرتا ہے۔ تو جو علم جُسے فرشتے یا رسول کے قلب پر وارد ہوتا ہے وُہ اُس قلب پر بھی وارد ہوگا جو کہ فرشتہ یا رسول کے قلب کے نقشہ پر ہوگا، ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات بعض لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ " فلاں فلاں کے قدم پر ہے" تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اُس کا دل دُوسرے کے دل کے نقشے پر واقع ہے۔ (انتہیٰ یہ

---

[۱] لُغات :- سرِیرۃ - بھید، راز، نیّت۔

کلام ختم ہو گیا)

(تنبیہ۔ آگاہی) حدیثِ اَبدال سے متعلق ایک خاص نکتہ کی وضاحت

علامہ شہاب منیبی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی نے ابدال سے متعلق حدیث پر طعن کرتے ہوئے اس کو موضوع قرار دیا ہے، اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ "ابدال" والی حدیث بالکل صحیح ہے بلکہ اس کو متواتر بھی کہہ سکتے ہو، اور سیوطی رحمۃ اللہ نے اس بارے میں طویل کلام کیا ہے، پھر فیصلہ کے طور پر کہا کہ اس قسم کی احادیث تواترِ معنوی کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں، اور یہ احادیث اس پوزیشن و حیثیت میں ہیں کہ ان کی بنا پر "ابدال" کے وجود، اور اُن کے پائے جانے کی صحت پر قطعی یقین کیا جا سکتا ہے۔ (منیبی کا کلام ختم ہوا)

اور علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "ابدال" والی حدیث متعدد طریقوں سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ جو سب کے سب ضعیف ہیں۔ پھر وہ اُن احادیث کو لاتے ہیں جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، پھر کہتے ہیں: ان تمام روایات مذکورہ میں سے سب سے زیادہ صحیح وہ حدیث ہے جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) ابدال شام میں رہتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں۔ جب کبھی ان میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ پر کسی دوسرے کو مقرر فرما دیتا ہے، ان کی وجہ سے بارش برستی ہے اور ان ہی کی وجہ دشمن پر فتح حاصل ہوتی ہے، اور ان ہی کی وجہ سے شام والوں سے عذاب دور کیا جاتا ہے، اس کے بعد علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ سوائے "شریح بن عُبید" کے کہ وہ بھی ثقہ تو ہے ہی۔ (سخاوی کا کلام ختم ہوا)

اور علامہ سخاوی کے اُستاذ حافظ ابن حجر اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ "ابدال کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے۔ جن میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض غیر صحیح۔ اور رہا "قطب" سو اس کا ذکر بعض احادیث میں وارد ہے۔ البتہ "غوث" کا وجود اس وصف کے ساتھ جو کہ صوفیاء میں مشہور ہے، ثابت نہیں ہو سکا

اور بعض روایات میں ہے کہ "ابدال" کی نشانیوں میں ایک یہ ہے کہ اُن کی اولاد نہیں ہوتی، اور یہ کہ وہ کسی چیز کو ظاہر نہیں کرتے"۔ (علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا)

لیکن پہلے گزر چکا ہے اور آئندہ بھی سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں قطب کی تفسیر غوث کے ساتھ آرہی ہے۔ سو یہ کلام اس کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے اور اس بات پر بھی کہ غوث، "قطب" دونوں کا مصداق ایک ہی ذات ہوا کرتی ہے۔ سو اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔ اور حافظ ابن حجر نے جو غوث کے وجود کے عدمِ ثبوت کا قول کیا ہے، اس سے ان کی مراد شاید یہ ہے کہ غوث کا ذکر صحیح احادیثِ نبویہ میں نہیں آیا۔ لیکن اس کے ثبوت کے لیے اس کی شہرت اور اس کی خبروں کا مستفیض و مشہور ہونا اور اس طبقۂ پاک کے لوگوں میں اس کا تذکرہ ہی کافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال کو بہتر جانتا ہے۔ (انتہیٰ)

اور "فتاویٰ حدیثیہ" میں آخری حدیث کو اختصار اور الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ امام یافعیؒ نے فرمایا ہے کہ بعض عارفین کہتے ہیں کہ جس ایک شخصیت کا ذکر اس حدیث میں فرمایا گیا ہے وہ "قطب" ہی ہے اور وہی "غوث فرد" ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس حدیث کا ذکر امام یافعی نے کیا ہے وہ صحیح ہے۔ اور اس سے کئی پوشیدہ فائدے اور مخفی نکات معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ غوث، قطب، ابدال، اوتاد وغیرہم سب اصطلاحی نام ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے بعض مثلاً "ابدال" کے بارے میں خلاف ہے۔ تو کبھی وہ ان ہی اصطلاحی ناموں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ اہلِ اصطلاح نے ان کے مناصب پر نظر ڈالی تو ان سے ابدال، نقباء، نجباء، اوتاد، وغیرہم کے اصطلاحی ناموں کے ساتھ تعبیر کر دی۔ اور حدیث کی نظر ان کے دوسرے مراتب پر مرکوز رہی۔ بہرحال سب ان کی اس تعداد کے وجود پر متفق ہیں۔

(۲) اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ فرشتے انبیاء سے افضل ہیں لیکن فرقۂ شاذہ کو چھوڑ کر جمہور اہلِ سنت و جماعت کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں۔

(۳) اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ میکائیل علیہ السلام جبرائیل علیہ السلام سے افضل ہیں حالانکہ مشہور یہ ہے کہ

جبرائیل علیہ السلام اُن سے افضل ہیں۔ اور اس روایت کا تقاضا ہے کہ اسرافیل علیہ السلام اُن سب سے افضل ہیں جبکہ وُہ بہ نسبت میکائیل علیہ السلام کے تو ہیں ہی افضل، لیکن وُہ جبرائیل علیہ السلام کی نسبت سے افضل ہیں یا نہیں، اِس میں خلاف ہے۔ اور دلائل اس بارے میں دونوں طرف سے یکساں ہیں تو بعض کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام افضل ہیں کیوں کہ وُہ اُس راز پر مطلع ہیں جو انبیاء و رسل علیہم السلام کی بارگاہوں میں پیغام بری کے ساتھ مخصوص ہے اور اُن حضرات کی خدمت و تربیت پر کمربستہ ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ اسرافیل علیہ السلام افضل ہیں، کیوں کہ وُہ تمام مخلوق کے راز پر مطلع ہیں۔ اس لیے کہ لوحِ محفوظ کے تمام نقوش ان کی پیشانی پر مرقوم ہیں۔ اور کوئی دُوسرا (ان کی وساطت کے بغیر) اس پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دُوسرے لوحِ محفوظ کے اسرار ان سے سیکھتے ہیں، اور وُہ اپنے مُنہ میں صُور کو لیے کھڑے قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ جب اس کے پھونکنے کا حکم ہو تو وہ اُس کو پھونکیں۔ جس کے نتیجہ میں سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ اس سے مستثنیٰ کردے، باقی ہر شے مر جائے گی"!

واضح ہو کہ میرے علم میں نہیں کہ قابلِ اعتماد محدثین نے اس حدیث کی تخریج فرمائی ہو لیکن متعدد ایسی حدیثیں مروی ہیں جو اس حدیث کی بہت سی باتوں کی تائید کرتی ہیں، اس کے بعد علامہ نے اُن احادیث کو ذکر کیا ہے اور اس اثنا میں فرمایا کہ ابدال کی تعداد کے بارے میں حدیثِ ابونعیم، اور امام احمد کی حدیثوں میں کوئی تخالف نہیں کیوں کہ گروہِ ابدال پر کئی ناموں کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ آگے آنے والی احادیث سے ان کی علامات اور صفات کے بارے میں اختلاف معلوم ہوتا ہے، یا (اس اختلاف کو رفع کرنے کی دُوسری صُورت یہ ہے کہ) وُہ کسی زمانے میں چالیس اور دُوسرے دَور میں تیس ہُوا کرتے ہیں: لیکن اس جواب اور حلِ اشکال کی اُس روایت سے تغلیط ہوتی ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کی تعداد چالیس سے کم نہیں ہوتی۔ (انتہیٰ)

اور جو کچھ ہم پہلے کہہ چکے ہیں، اِس کلام سے اُس کی تائید ہوتی ہے، اور علامہ نے اس ضمن میں اپنے بعض مشائخ و اساتذہ کے ساتھ اپنے ایک واقعہ و سرگزشت کا ذکر فرمایا ہے۔ جس کے یہاں ذکر کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (اور وُہ واقعہ یہ ہے کہ) علامہ مکی کہتے ہیں کہ ان اقطاب، نقباء وغیرہم کی تفتیش کے سلسلے میں مجھے اپنے بعض مشائخ و اساتذہ کے ساتھ ایک عجیب بات پیش آئی اور وُہ

یہ کہ میری تربیت اسی طائفہ کے بعض ایسے لوگوں کے حجروں میں ہوئی تھی جو خوف و اندیشے اور ملامت سے سالم و محفوظ تھے۔ تو میرے نزدیک ان کے کلام کی بڑی عظمت رہی کیوں کہ اُس نے میرے دل کو خالی پایا تھا۔ تو پھر وُہ اس میں جاگزیں ہوتا چلا گیا، پھر جب میں نے علوم ظاہری کی تحصیل شروع کی تو میری عمر قریباً چودہ سال کی ہو گی تو میں مختصر، ابی شجاع (کتاب کا نام ہے) اپنے شیخ ابو عبداللہ، جن کی برکت اور عبادت گزاری پر سب کا اتفاق ہے یعنی سب لوگ اُن حضرت کی ان صفات کو تسلیم کرتے ہیں، کے پاس پڑھ رہا تھا۔ اور ہمارے ان اُستاذ صاحب کو شیخ محمد الجوینی نے جامع ازہر، مصر میں جو کہ اللہ کے فضل سے محفوظ ہے، تعلیم دی تھی، (یعنی علامہ جوینی میرے شیخ الشیخ اور اُستاذ الاُستاذ ہوئے) اس کے بعد میں کچھ عرصہ تک مسلسل علامہ جوینی کی خدمت میں رہا۔ تو ایک روز اُن کی مجلس میں قطب۔ نجبا۔ نقبا، ابدال، وغیرہم کے بارے میں کلام چل نکلا۔ تو شیخ جوینی نے بڑی سختی سے اُن حضرات کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ یہ سب کچھ بے حقیقت ہے۔ اور اس سلسلے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ تو میں نے ان سے کہا جبکہ میں تمام حاضرین مجلس میں کم عمر تھا کہ اللہ کی پناہ۔ اس سے جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اور ایک حقیقت ثابتہ سے انکار کر رہے ہیں۔ بلکہ ان اہل اللہ کا وجود تو بالکل سچ اور حق ہے کہ جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ اس لئے کہ اولیاء اللہ نے اس کی خبر دی ہے اور وُہ حضرات جھوٹ سے محفوظ ہیں۔ اور اس بات کے نقل کرنے والوں میں امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ اور وُہ تو علوم ظاہری اور باطنی دونوں کے جامع تھے، لیکن میرے اس کلام سے شیخ کا انکار اور مجھ پر سختی اور بڑھ گئی، تو میرے لیے سوائے خاموشی کے کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا، اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میری مدد ہمارے شیخ، شیخ الاسلام والمسلمین، امام الفقہاء والعارفین، ابو یحییٰ ذکریا الانصاری، کے سوا کوئی نہیں کریگا۔ اور میری یہ عادت تھی کہ میں شیخ محمد جوینی کی لاٹھی پکڑ کر (یا ہاتھ پکڑ کر) ان کو باہر لیجایا کرتا تھا۔ کیوں کہ وُہ نابینا تھے اور میں اور وہ شیخ مذکور یعنی شیخ الاسلام ذکریا کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ کہ شیخ جوینی، شیخ الاسلام کی خدمت میں سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضری دیا کرتے تھے، چنانچہ میں اور شیخ محمد جوینی (ہمارے اس مکالمہ مذکورہ کے بعد جب) شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضری دینے جا رہے تھے

پھر جب اُن کے مقام کے قریب پہنچے، تو میں نے شیخ جوینی سے کہا "کیا حرج ہے کہ میں شیخ الاسلام سے قطب اور اُس سے کم درجہ اولیاء اللہ کے مسئلے کا ذکر کروں تو پھر ہم دیکھیں گے کہ ان کے پاس اس بارے میں کیا ہے۔ تو پھر جب ان کی خدمت میں پہنچ گئے تو وُہ شیخ جوینی کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کا بہت زیادہ اکرام فرمایا۔ اور ان سے دُعا کی درخواست بھی کی، پھر مجھے بہت سی دُعاؤں سے نوازا جن میں سے ایک یہ تھی کہ "اے اللہ اس کو دین میں فقیہہ بنا" اور وُہ عموماً میرے لیے یہی دُعا مانگا کرتے تھے، پھر جب شیخ الاسلام ذکریا کا کلام مکمل ہو گیا، اور شیخ جوینی نے واپسی کا ارادہ کیا تو میں نے شیخ الاسلام سے کہا کہ میرے آقا. قطب، اوتاد، نجباء، ابدال وغیرہم جن کا ذکر صوفیا کرام کیا کرتے ہیں، کیا وُہ حقیقت میں موجود ہیں۔ تو اُنھوں نے فرمایا کہ ہاں، خدا کی قسم، اے بیٹے، وُہ موجود ہوتے ہیں، تو میں نے ان سے عرض کیا، میرے آقا۔ شیخ تو، اور میں نے شیخ جوینی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور جس نے بھی ان کا ذکر کیا ہے اُن کی سختی سے تردید کرتے ہیں، تو شیخ الاسلام نے فرمایا۔ اے شیخ محمد، کیا بات اسی طرح ہے جس طرح یہ لڑکا بتا رہا ہے۔ اور آپ نے اپنا یہ سوال شیخ جوینی سے مکرر دہرایا۔ یہاں تک کہ شیخ محمد جوینی نے کہا کہ "یا مولانا شیخ الاسلامؒ آمنتُ بذٰلک وصدّقتُ بہٖ وقد تُبتُ" میں ان اولیاء اللہ کے وجود پر ایمان لایا اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور میں نے اپنے پہلے خیال سے توبہ کر لی ہے" تو اس پر شیخ الاسلام نے فرمایا "ہاں آپ کے متعلق یہی گمان تھا، (آپ سے یہی توقع تھی) اے شیخ محمد" اور پھر ہم اُٹھ کر چلے آئے اور جو حرکت مجھ سے سرزد ہوئی تھی اس کی بناء پر شیخ جوینی نے مجھ پر کوئی عتاب نہیں فرمایا

(انتہیٰ کلام الشیخ)

اور کتاب "الاجوبۃ المحققۃ عن الاسئلۃ المفرقۃ" میں شیخ المشائخ اسماعیل عجلونی، نے "سیرت حلبیہ" سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کے اندر وُہ پائی جاتی ہیں تو وُہ اللہ تعالیٰ کے اُن ابدال بندوں میں سے ہے جن کے ذریعے دُنیا اور دُنیا والوں کا نظام قائم ہے

جن میں سے پہلی خصلت (۱) رضائے الٰہی کا حصول، (۲) دُوسری محرماتِ الٰہیہ سے باز رہنا، (۳) اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے لیئے کسی پر غصّہ کرنا"۔ اور محدّث ابونُعیم کی کتاب "حلیہ" میں ہے کہ جو کوئی ہر دن دس مرتبہ یہ دُعا مانگا کرے تو اُس کو "ابدال" میں سے لکھ لیا جائے گا۔ وُہ دُعا یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ الْکُرُبَاتِ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) (ترجمہ) اے اللہ اُمّتِ محمّدیہ کی اصلاح فرما اور اس کو سنوار دے، اے اللہ اُمّتِ محمّدیہ کے غموں اور دُشواریوں کو دُور فرما، اے اللہ اُمّتِ محمّدیہ پر رحم فرما، (انتہیٰ کلامُہٗ)

(اس کی تشریح) علامہ شبرا ملسی، نے "مواہب" کے حواشی میں فرمایا ہے کہ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ دُعائے مذکورہ پڑھنے سے ابدال ہو جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وُہ وصف، مصاحبت سنگت اور معیت میں ان کی مثل ہو جائے گا۔ کہ قیامت کے روز اُس کا حشر اُن ابدال کے ساتھ ہو گا اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ وُہ ذاتی طور پر اُن جیسا اور بالکل بعینہٖ ابدال ہو جائے گا۔ تو ہماری اس تشریح سے یہ سوال اُٹھ گیا اور رفع ہو گیا کہ اس روایت میں تو فرمایا گیا ہے کہ جو بھی یہ دُعا مذکورہ تعداد سے پڑھے تو ابدال ہو جائے گا۔ تو اگر بالفرض کوئی ایسا آدمی پڑھنے لگ جائے جس کی کثیر اولاد ہو، تو کیا پھر بھی وُہ اس کے پڑھنے سے "ابدال" بن جائے گا۔ جب کہ یہ کہا گیا ہے جیسا کہ اس کتاب میں بھی پہلے لکھا جا چکا ہے کہ "ابدال" کی اولاد نہیں ہوا کرتی"۔ (تو جواب کا حاصل یہ ہوا کہ اس کا دُعا کا پڑھنے والا بالکل بعینہٖ ابدال تو نہیں ہو جاتا تاکہ سوال وارد ہو سکے بلکہ وُہ بعض صفات میں اُن کے ساتھ مُشابہ ہو جایا کرتا ہے"۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ، وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ)

(انتہیٰ)

تیسرا باب

قطبؒ و غوثؒ، اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کے ذریعہ سے نفع پہنچائے کے بعض حالات کے بیان میں

پہلے ایسا کلام لکھا جا چکا ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قطب کا مسکن مکۂ معظمہ یا یمن ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ بعض اوقات کے اعتبار سے یا غلبۂ اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے، اور اس کی تائید اُس کلام سے ہوتی ہے جس کو امام، عارف، سیّدی عبدالوہاب شعرانی نے اپنے شیخ عارف، ذو الامداد الرّبانی، سیّدی علی الخواص سے اپنی کتاب "الجواہر والدُّرر" میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ "میں نے اپنے شیخ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو، سے عرض کیا کہ "کیا قطب غوث ہمیشہ مکّہ میں مقیم ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ تو شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "قطب کا قلب ہمیشہ حضرت حق تعالیٰ کے طواف میں رہتا ہے۔ (یعنی بارگاہِ الٰہی کے) اور اُس کی حضوری سے باہر نہیں نکلتا، جیسا کہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہیں۔ تو وُہ ہر جہت میں، اور ہر جہت سے حق تعالیٰ کی حضوری میں حاضر رہتا ہے، اور اس کے نزدیک حق تعالیٰ شانہٗ کے لیے کسی لحاظ سے بھی تحیز (مکان میں ہونا) نہیں ہے۔ جیسا کہ لوگ کعبہ کے گرد گھومتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے لیے اعلیٰ صفت ہے یوں قطب و غوث وُہ سب کچھ حق تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ خواہ وہ بلاؤ آزمائش ہو یا امداد، تو اُس کا اثر ہمیشہ واردات کے تعلق و بوجہ سے پھٹا جاتا ہے۔ رہا اس کا جسم تو وُہ مکہ مکرمہ یا کسی اور مقام کے ساتھ مختص نہیں۔ بلکہ وُہ وہیں رہتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے، (امام شعرانی فرماتے ہیں کہ) میں نے اپنے شیخ کو (مزید) یہ فرماتے سُنا ہے کہ تمام شہروں سے اکمل بلدِ حرام

لغات:۔ تصدّع الشیٔ، پھٹنا، (مفتاح)

یعنی مکہ ہے اور تمام گھروں سے اکمل بیت الحرام یعنی بیت اللہ ہے۔ اور ہر زمانے میں ساری مخلوق سے اکمل، قطب ہے، تو مکہ معظمہ اس کے جسم کی نظیر ہے، اور کعبہ اس کے قلب کی نظیر ہے، اور مخلوق کو ان کی استعداد کے مطابق خدائی امداد قطب ہی سے حاصل ہوتی ہے۔
(یعنی مخلوق کو براہ راست خدا تعالیٰ سے نہیں بلکہ قطب کے واسطے سے خدائی امداد حاصل ہوا کرتی ہے) اور خدائی امداد کا اکثر حصہ مکہ ہی میں اترتا ہے، جس کی دلیل یہ قول ہے باری تعالیٰ کا "وَ یُجْبٰی اِلَیْہِ ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیْءٍ" الآیہ - پارہ ۲۰، القصص آیت ۵۷۔ اور کھچے چلے آتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے پھل"۔
بالخصوص اس کے لیئے جو وہاں احرام باندھ کر دور دراز سے آئے۔ کیوں کہ خدائی امداد بندے پر اس وقت اترتی ہے جب کہ وہ اپنی نیکیوں کے دیکھنے سے خالی ہو جائے، یعنی اپنی نیکیوں کو نہ دیکھے، اور فقیر و محتاج ہو جائے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰکِیْنِ۔ (پارہ ۱۰) صدقے تو بس محتاجوں اور مسکینوں کے لیئے ہیں"۔
اسی لیئے حدیث میں آیا ہے کہ" جو آدمی حج کرے اور اس دوران کوئی بے حیائی کی بات نہ کرے، اور نہ کوئی نافرمانی کرے تو وہ اس طرح اپنے گناہوں سے نکل آتا اور پاک ہو جاتا ہے، جیسا کہ اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہے"۔ (حدیث کا ترجمہ ختم ہوا) تو اس سے معلوم ہوا کہ آدمی وہاں گویا نئے سرے سے جنم لیا کرتا اور پیدا ہوتا ہے، اور بسا اوقات بعض لوگوں کی نیکیاں اس پاک مقام کے لحاظ سے گناہوں کی طرح ہوتی ہیں"۔
(امام شعرانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ کی خدمت میں اس موقع پر عرض کیا کہ) کیا کوئی ولی قطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق کا احاطہ کر سکتا ہے، تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ" بہت کم اولیاء قطب کو پہچانتے ہیں، چہ جائیکہ کوئی ولی اس کے اخلاق کا احاطہ کر سکے، (یعنی ہر ولی تو قطب کو پہچانتا تک نہیں کہ قطب کون ہے اور پھر اس کے اخلاق کا احاطہ کرنا اور اپنے اندر سمونا، اور ان کا اپنانا تو بڑی بات ہے)

بلکہ بعض حضرات نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ قطب غوث کو دیکھنے والا صرف اپنی استعداد کے مطابق دیکھ سکتا ہے۔ (یعنی اُن کو اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتا) (انتہی)

اور امام شعرانی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے اپنے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قطب کی مُدت کے بارے میں بھی دریافت کیا تھا کہ جب کوئی ولی قطب بن جایا کرتا ہے تو پھر اُس کی قطبیت کے لیے کوئی عرصہ متعین ہوتا ہے کہ وُہ اُس وقت تک ہی قطب رہے گا، اور کیا کسی قطب کو اپنے عہدہ سے معزول کرنا بھی صحیح ہے یا کہ وُہ اپنی وفات تک اپنے منصب پر قائم رہتا ہے اور صرف وفات ہی سے معزول ہو سکتا ہے، تو اس کے جواب میں حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "ایک جماعت کا عندیہ تو یہ ہے کہ قطب کی مُدت بھی دُوسری ولایتوں کی طرح ہی ہوتی ہے کہ اس کا مالک جب تک اللہ تعالیٰ چاہے اس پر قائم رہتا ہے پھر معزول ہو جاتا ہے، اور جو کچھ میں کہتا ہُوں اور پھر دُنیا میں اس کا تحقق اسی کے مطابق ہے وُہ یہ ہے کہ "قطبیت کے لیے کوئی مُدت معین نہیں اور جب کوئی ولی ایک دفعہ قطب بن جائے تو پھر وُہ موت ہی سے معزول ہوتا ہے۔ کیوں کہ عدل و انصاف کے دائرے سے تو وُہ باہر قدم رکھتا نہیں تاکہ اُسے معزول کیا جائے۔ فرمایا کہ اس کی وضاحت یہ ہے کہ فروع اصول کے تابع ہوتے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قطبیت کبریٰ کے مقام پر اپنی رسالت کی مُدت بھر جو تیئیس ۲۳ سال تھی بنا بر اصح قول کے قائم و فائز رہے۔ اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی افضل نہیں اور وُہ بھی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی حیثیت سے دو سال اور قریباً چار ماہ اپنی خلافت پر فائز رہے، جبکہ آپ اس اُمت کے پہلے قطب تھے۔ اور پھر یُوں ہی حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اپنی اپنی خلافت کی مدت میں آخر دم تک مقام قطبیت پر فائز رہے ہیں اور اُن کے بعد آنے والے خلفاء مہدی علیہ السلام کے ظہور تک جو کہ خلفاء محمدیہ میں سے آخری قطب ہونگے۔ سب اپنے اپنے دور میں دم واپسیں تک مقام قطبیت پر قائم و دائم رہے اور رہیں گے، پھر امام مہدی علیہ السلام کے

بعد اپنے وقت کے قطب اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں اللہ کے خلیفہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے اُتر کر چالیس سال تک خلافت کے منصب اور قطبیت کے عہدہ پر فائز رہیں گے، جیسا کہ احادیث شریفہ میں آچکا ہے، تو نتیجہ کے طور پر اس سے یہ معلوم ہُوا کہ عہدۂ قطبیت کے لیے مدت کا معین نہ ہونا ہی حق ہے، اگرچہ قطبیت کا بارگراں اس مقام پر فائز شخص یعنی قطب پر پہاڑ کی مانند ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی اعانت ہی سے وُہ اس مقام پر قائم رہتا ہے۔ اور اس مقام کے ثقیل اور بوجھل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آسمان و زمین کی ہر بلا سب سے پہلے قطب ہی پر نازل ہوتی ہے پھر اس کے بعد کسی دُوسری چیز پر اس کا ورود ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ اس کو اس حد تک دردِ سر لاحق رہتا ہے کہ گویا کوئی آدمی اس کے سر پر ضربیں لگا رہا ہے، جس سے اُس کا سر دن رات اُڑا جا رہا ہے۔ حضرت شیخ علی الخواص نے مزید فرمایا کہ شیخ ابی النجا سالم، جو کہ شہر "فوہ" میں مدفون ہیں، کے متعلق ہمیں یہ علوم ہُوا ہے کہ وُہ مقامِ قطبیت پر صرف چالیس دن ہی فائز رہے تھے اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا، اور بعض کہتے ہیں کہ وُہ صرف دس دن اس عہدہ پر قائم رہے اور اسی قسم کی خبر شیخ ابو مدین مغربی سے متعلق بھی ہمیں پہنچی ہے۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ "کیا قطب کا اہلِ بیت سے ہونا شرط ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں"۔ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "یہ کوئی شرط نہیں ہے کیوں کہ یہ تو ایک وہبی عطیہ ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔ تو نسب کے لحاظ سے شریف، اور غیر شریف دونوں میں یہ عہدہ قطبیت ہوتا ہے"۔

(انتہیٰ) (فصل)

مذکورہ بیان سے آپ نے جان لیا ہوگا کہ قطب اکثر لوگوں سے پوشیدہ رہتا ہے۔ اور لوگوں میں سے جو افراد کے مقام پر فائز ہوتے ہیں وُہی اُس پر مطلع ہو سکتے ہیں۔ اور وُہ قطب جن واردات کا متحمل ہوتا ہے اُن کی عظمت، اور اس کے بوجھ کے بھاری ہونے کہ دُوسری مخلوقات جس کی تحمل نہیں ہو سکتی۔ اور ہیبت و وقار کے اُس لباس کی عظمت جو اللہ تعالیٰ نے اُسے پہنا رکھا ہوتا ہے کی وجہ سے گویا آنکھیں اس کے دیکھنے کی طاقت و سکت ہی نہیں رکھتیں، اور امام شعرانی نے اپنی

کتاب مذکورہ میں اس کو بیان فرمایا ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے
کہ اکثر اولیاء اللہ قطبِ وقت کے ساتھ اکٹھے بھی نہیں ہو سکتے ، اور اس کو پہچانتے بھی نہیں ۔ دوسرے
لوگوں کا تو ذکر ہی کیا ، کیوں کہ قطب کا تو حال ہی خفاء و پوشیدگی ہے ۔ اور اگر وہ کسی شخص کے سامنے آ
بھی جائے تو وہ سر اٹھا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھنے کی جرأت اس وقت تک نہیں کر سکے گا
جب تک وہ اس کے اہل نہ ہو ۔ چنانچہ لوگ ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے
تھے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے کانپنے لگا ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے
فرمایا اپنے اوپر سے بوجھ کو ہلکا کر[1] کیوں کہ میں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہوا
گوشت[2] کھایا کرتی تھی (پھر مجھے دیکھ کر تم گھبرا کیوں گئے ہو ، سبحان اللہ ، یہ عاجزی و تواضع تھی ہمارے
آقا و مولیٰ ، کائنات کی جان ، حکیم کائنات ، متصرف و مختار کل ، عرشی مہمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ، کروڑوں
بار صلوٰۃ ہو آپ پر اور اربوں دفعہ سلام) یہ تو حال ہے اس شخص کا جس نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا تھا باوجودیکہ آپ کے اخلاق کریمانہ میں تواضع بہت زیادہ تھی ، اور قطب یقینی طور پر زمین میں
آپ کا نائب ہوتا ہے ، (تو پھر اس کو دیکھنا بھی آسان کام نہیں) میں کہتا ہوں کہ سیّد ، شریف ، شیخ ،
شرف الدین ، عالم و صالح نے مصر میں " اللہ تعالیٰ اس کو آفاتِ زمانہ سے محفوظ رکھے " ، خطاب
کے دوران حکایت بیان کی تھی ۔ کہنے لگے کہ مجھ سے میرے آقا شیخ عثمان نے ، جو بہت بڑے
مقرر تھے ، حکایت بیان کی تھی کہ انہوں نے جب اپنے شیخ عارف باللہ ، سیّدی الشیخ ابوبکر
القدوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں حج کیا تھا ۔ تو اس موقع پر میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ
وہ مکہ معظمہ میں قطبِ وقت سے میری ملاقات کرا دیں ۔ تو وہ فرمانے لگے " عثمان " تم اس کو دیکھنے کی
طاقت نہیں رکھتے ہو ، تو شیخ عثمان نے اپنے شیخ کو زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان اللہ کا واسطہ
دے کر کہا کہ وہ ان سے اس کی ضرور ملاقات کرا دیں ، تو اس پر ان کے شیخ وقدوسی نے

لغات : (۱) ہوّن ۔ تھوِّنا ، علی الامر " نرم و ہلکا کرنا " (۲) القدید ، کاٹا ہوا اور خشک کیا ہوا گوشت "

کہاکہ اچھا پھر یہاں سے اٹھنا نہیں تاوقتیکہ قطب آجائے۔ تو اب شیخ عثمان کا سر لگا بھاری
دبوجھل ہونے، یہاں تک کہ اُس کی ڈاڑھی اُس کے رانوں کے درمیان تک پہنچ گئی اور یہ سب
کچھ قطب کا بوجھ نہ سہار سکنے اور شیخ عثمان کی مغلوبیت کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ اب قطب صاحب
آ گئے اور آکر بیٹھ گئے، اور شیخ ابوبکر کے ساتھ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے، پھر اُن سے
قطب نے کہاکہ "عثمان" کو نیکی وبھلائی کی تاکید کروں اگر اس کی زندگی نے وفا کی تو یہ اللہ کے
خاص مردوں میں سے ہوگا، پھر جب قطب صاحب جانے لگے تو آپ نے سُورۂ فاتحہ اور
۔ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ، پڑھی، پھر واپس تشریف لے گئے۔ اور شیخ ابوبکر چند قدم چل کر اُن کو رخصت
کرنے اُن کے ساتھ گئے۔ پھر واپس آکر کافی دیر تک اپنے مرید عثمان کی گردن دباتے رہے
یہاں تک اس میں ان کی بات سُننے کی استطاعت پیدا ہوگئی، تو اب اُس سے خطاب
کرکے فرمانے لگے "عثمان" قطبِ وقت کی صرف باتیں سن کر تمہارا یہ حال ہوگیا ہے، تو پھر
اگر تم اُس کے جسم کو دیکھ بھی لیتے تو پھر کیا ہوتا، (اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ
عثمان نے قطب کو دیکھا نہ تھا صرف اس کی باتیں سُنی تھیں: تو وہ اُس کی نظروں سے اوجھل
رہے کیوں کہ ہر کوئی قطب کو دیکھ نہیں سکتا۔ اس کے شیخ عثمان کسی شخص سے اُس کی ملاقات
کے بعد اُس وقت تک اُس سے علیحدہ نہیں ہوتے تھے جب تک کہ قطب سے سُنے ہوئے
کلمات سُورۂ فاتحہ، اور سُورۂ قریش کو بطور تبرک' قطب کے طریقہ وسیرت کی پیروی کرتے ہوئے
پڑھ نہیں لیتے تھے۔ سو اب اس کو خوب ذہن نشین کر رکھو،،۔ سیدی الشعرانی کا کلام ختم ہوا۔"

اور علامہ شیخ محمد سوبری نے ایک سوال کے جواب میں جو اس بارے اُن سے پوچھا گیا
تھا، فرمایاکہ امام شافعی نے "اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے ہمیں نفع پہنچائے" اپنی کتاب کفایۃ المتعقد
میں اُس کلام کی اثنا میں جس کو انہوں نے بعض عارفین سے نقل کیا تھا، فرمایاکہ "قطب" جو غوث
ہی ہوتا ہے، کے حالات، اللہ تعالیٰ کی اُس پُر غیرت کی وجہ سے عوام وخواص سے مخفی
رکھے گئے ہیں۔ البتہ اتنی بات اُس کے حالات سے معلوم ہے کہ وہ عالم، جاہل، بیوقوف،

عقل مند، تارک، آخذ، یعنی چھوڑنے والے، لینے والے، قریب، بعید دُور و نزدیک، نرم، سخت، مامون و بے خوف اور خوفزدہ، غرض کہ اپنی تمام رعایا کو یکساں اور ایک نظر سے دیکھا کرتا ہے۔ (یہ تو قطب کی بات ہوئی) اور اوتاد کے حالات اللہ تعالیٰ نے خاص کے کھول دیئے ہیں، اور رہے "ابدال" تو ان کے حالات خواص اور عارفین پر ظاہر کر دیئے۔ اور "نجباء" اور "نقباء" کے حالات عوام سے خصوصیت کے ساتھ پوشیدہ رکھے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کے حالات دُوسرے بعض پر منکشف فرما دیئے۔ اور "صالحین" کے حالات عوام و خاص سب پر کھول دیئے ہیں، (اور اس میں حکمت یہ ہے۔ لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا ط الآیہ۔ پارہ-۱۰ الانفال، آیت ۴۴۔ ترجمہ:- تاکہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا۔" (انتہیٰ)

چوتھا باب

اس چیز کے بیان میں جو قطب پر نازل ہُوا کرتی ہے، اور اس بیان میں کہ جو کچھ اُس پر وارد ہوتا ہے، وُہ اُس میں کس طرح تصرّف کیا کرتا ہے

امام عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتاب "الجواہر والدُّرر" میں لکھا ہے کہ "میں نے اپنے شیخ (علی الخواص) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ مخلوقات پر جو آفات وبلیّات نازل ہوتی ہیں، (ان کے نزول کی کیفیت کیا ہوتی ہے) آیا یہ پہلے پہل قطبِ وقت پر نازل ہوتی ہیں اور پھر مخلوق میں بکھیر دی جاتی ہیں جس طرح کہ انعامات اور امدادِ الٰہی ابتدا میں قطبِ وقت پر نازل ہوتی ہے اور پھر وہاں سے مخلوق میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔ یا کہ دُوسری مخلوقات سے قبل قطبِ وقت پر افاضہ صرف نعمتوں کے ساتھ ہی مختص ہے۔ تو شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وُہ آفات جو تمام زمین والوں کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں، وُہ پہلے قطب ہی پر نازل ہُوا کرتی ہیں، پھر وہاں سے مخلوق پر ڈالی جاتی ہیں، پھر جب کوئی تَلَقّی قطب پر نازل ہُوا کرتی ہے، تو وُہ خوف اور تسلیم و رضا کے جذبے کے ساتھ اس کا استقبال کرتا ہے، اور پھر اُس کا انتظار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوحِ محفوظ، اور اُس اِثبات سے جو سَرَاح دینے (آزاد کرنے) کے ساتھ مخصوص ہے، کیا ظاہر فرماتا ہے۔ تو اگر وہاں سے محو و تبدیلی رُونما ہو تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے اور قطب اپنے دربار کے دربانوں اور خادموں کے ذریعہ جو کہ لوگوں کو قُربِ خداوندی کے راستے پر چلانے والے

لغات:۔ تَلَقَّاهَا" استقبال کرنا، اطلاق رہا کرنا۔ سَراح۔ آزاد چھوڑنا، طُغرا۔ وُہ علامت جو فرامین کی پُشت پر لکھا کرتے ہیں، جاری کر دینا، سَدَنَة: جمع سادن، دربان و خادم۔ الافاضۃ:۔ بکسر اول فیض دادن و خیر بسیار رسانیدن، و پُر کردنِ ظرف، از منتخب۔ (غیاث اللغات) (فیض پہنچانا)

ہوتے ہیں، (قطبؒ) ایسے طریق سے اُس فیصلہ خداوندی کا اجراء امضا فرماتا ہے کہ ان (دربانوں) کو پتہ بھی نہیں چل پاتا کہ یہ حکم و معاملہ اُن پر قطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ سے ڈالا گیا ہے۔ اور اگر اس کا ثبات و بحال رکھنا اور نہ مٹانا ظاہر ہو تو ماتحت اولیاء اللہ میں سے بلحاظ تعداد اور بلحاظ نسبت جو اس کے زیادہ قریب ہوتے ہیں، یعنی امامین، تو وہ اس کے متحمل ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ ان کے حوالے کر دیتے ہیں جو نسبت کے لحاظ سے اُن کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ جو کہ چار اوتاد ہیں۔ پھر یونہی اس کا قطب کے تمام اہلِ دائرہ کی طرف ہوتا رہتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ بلاء و آفت مرتفع نہ ہو تو افراد، اور دوسرے عارفین اس کو آپس میں بانٹ لیا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ عام مومنین کے اشخاص پر بھی بٹ جاتی ہے، تو ان حضرات کے تحمل اور برداشت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو اُٹھا لیا کرتا ہے، اور بسا اوقات آدمی اپنے دل میں تنگی محسوس کرتا ہے جس کی وجہ اور سبب کا اُس کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ اور بعض لوگ اتنے پریشان ہو جاتے ہیں کہ رات کو سو بھی نہیں سکتے، اور بعضوں پر غفلت طاری ہو جاتی ہے اور بعض اس قدر خاموش ہو جاتے ہیں کہ ایک حرف تک بولنے کی استطاعت نہیں رکھتے، تو لوگوں کے یہ حالات و عوارضات اُس قدرتی آفت کے سبب پیدا ہوتے ہیں جو اُن پر تقسیم کر دی گئی ہے۔ اور اگر اس کو ان سب میں تقسیم نہ کیا جاتا تو جن پر وہ بلا نازل ہوتی، آنکھ جھپکنے میں نیست و نابود ہو جاتے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔ پارہ ۲۔ البقرہ۔ آیت ۲۵۱
(ترجمہ) اور اگر نہ بچاؤ کرتا اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کا بعض کے ذریعہ تو برباد ہو جاتی زمین لیکن اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمانے والا ہے سارے جہانوں پر۔" (الخاتمہ) جب کہ ہم نے قطب کے معاملات اللہ تعالیٰ اُس کی برکتوں کو ہم پر لوٹاتے، اور کیس کس قدر اُن کی نظریں دکھاتے، اور اس کے عجیب و غریب حالات، اور نرالی شان کے بارے میں کلام کیا ہے۔ جو کہ خلاف عادت باتیں ہیں اور سوائے

لغات:۔ "(۱) تواترتا، توزیع" تقسیم "(۲) تغلاشی" "قلاشیا" معدوم ہونا، معطل ہونا"

اُس ہستی کے جس کی اللہ تعالیٰ تائید فرمائے اور اس پر خصوصی نگاہ ڈالے کسی دُوسرے کے ہاتھ پر ظاہر نہیں ہو سکتیں، تو اب چاہیئے کہ ہم بیان کی سواری کی رسّی کو کھولیں اور اُنگلیوں کی لگام کو کرامات اور خلافِ عادت امور کے موضوع پر کلام کرنے کی طرف موڑیں، (مطلب یہ ہے کہ چونکہ قطب کے مذکورہ حالات خلافِ عادت امور ہیں تو مناسب ہے کہ اب کرامت کے موضوع پر کلام کریں)

اور کرامت کے موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے ولی کی جس کے ہاتھوں کرامتیں ظاہر ہُوا کرتی ہیں، تشریح و تعبیر کر دینا مناسب ہے، تو لیجئے ہم یہ کہنے لگے ہیں، کہ سیدنا امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قُشیری نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ اگر یہ دریافت کیا جائے کہ لفظ ولی کا معنے کیا ہے تو جواباً کہا جائے گا کہ اِس میں دو باتوں کا احتمال ہے۔ ایک یہ کہ لفظ وَلِیْ فَعِیْلٌ کے وزن پر فاعِلٌ کا مبالغہ ہو جیسا کہ علیمٌ، قدیرٌ۔ وغیرہما، تو اب اس کا معنی یہ ہو گا کہ ولی وُہ شخص ہے جو اس طرح مسلسل اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کرے کہ اُس کے درمیان کوئی گُناہ حائل نہ ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وَلِیٌ بروزنِ فَعِیلٌ بمعنی مفعول ہو، جیسا کہ قَتِیْلٌ بمعنی مَقْتُولٌ اور جَرِیْحٌ مَجْرُوْحٌ کے معنے ہیں، اور اس صُورت میں ولی کا معنی یہ ہو گا ولی وُہ ہے کہ حق تعالیٰ ہمیشہ متواتر، اور پیہم اس طرح اس کی حفاظت اور نگرانی فرمائے کہ کسی بھی وقت اس کی امداد و اعانت کو ترک نہ فرمائے، کہ اللہ تعالیٰ کے مدد کو چھوڑ دینے سے ہی گناہوں پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کو ہمیشہ توفیق عنایت فرمائے کہ جس سے طاعت و عبادت پر اُس کو قدرت حاصل ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ "وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ" پارہ ۹ الاعراف، آیت ۱۹۶۔ (ترجمہ)۔ "اور وُہ حمایت کیا کرتا ہے نیک بندوں کی" (انتہیٰ)۔ تو اس سے یہ معلوم ہُوا کہ ولی کا محفوظ ہونا شرط ہے، جیسا

لُغات:۔ (۱) لمح، لمحاً، نگاہ اُٹھانا، نظر چُرا کر دیکھنا، مجازاً، زمانۂ قلیلہ، (۲) عنان، لگام کی رسّی، (۳) مطیہ، سواری (۴) عقال، اُونٹ کا زانو باندھنے کی رسّی۔ (۵) خذلان، مدد کا چھوڑنا۔ (۶) بنان، پورے۔ انگلیوں کے اطراف۔ (۷) تمادیہ، تمادی، طویل ہونا۔

کہ نبی کا معصوم ہونا۔ اور ولی کے محفوظ ہونے کے معنے یہ ہیں کہ اگر کہیں وہ ذلّت ولغزش اور خطا میں پڑ بھی جائے تو اللہ تعالیٰ ان میں زیادہ دیر تک منہمک رہنے سے اس کو اس طرح محفوظ رکھتا ہے کہ اس کو توبہ کرنے کا الہام فرماتا ہے۔ تو وہ ان سے توبہ کر لیتا ہے، ورنہ یہ دونوں (لغزش وخطاء) اس کی ولایت میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتیں۔ جیسا کہ امام قشیریؒ نے اپنے رسالہ میں صاف بیان فرمایا ہے۔ اور اسی سلسلہ میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا گیا تھا کہ اے ابوالقاسم (حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ہے) فرمایئے کہ کیا عارف آدمی بھی زنا کرتا ہے۔ تو کافی دیر تک آپ نے سر کو جھکائے رکھا پھر سر کو اوپر اٹھا کر فرمایا کہ "اللہ کا حکم ایسا فیصلہ ہوتا ہے جو طے پا چکا ہوتا ہے"۔ اور امام ابوالقاسم کے رسالہ میں مزید یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ ولی پر اس کی ہوش وبیداری کے وقت (حالت صحو میں) کیا غالب ہوا کرتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں اس کی سچی لگن اور پھر اس کے تمام حالات میں مخلوق پر نرمی اور شفقت کرنا اور اس کا تمام مخلوق کے لیئے اپنی مہربانی کو پھیلا دینا۔ اور لوگوں کی طرف سے کسی واقعی بات کو بہت اچھے طریقے برداشت کرنا، اور لوگوں کے اس سے التماس کیئے بغیر از خود اللہ تعالیٰ سے اُن پر احسان کرنے کی درخواست کرنا، اور مخلوق کی نجات کے لیئے اپنی پوری ہمت اور کوشش کو لگا دینا اور لوگوں سے کسی بات میں انتقام نہ لینا، اور اُن کے بارے میں اپنے کینے کے بیدار ہونے سے بچتے رہنا، اور ان کے مالوں سے اپنے ہاتھ کو کوتاہ رکھنا، اور لوگوں سے کسی قسم کا لالچ نہ رکھنا، اور لوگوں کی برائی بیان کرنے سے اپنی زبان کو روکے رکھنا، اور لوگوں کی برائیوں کی محفل میں حاضری سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا، یا لوگوں کی بُری مجلسوں میں شریک نہ ہونا، اور لوگوں میں سے دنیا وآخرت کے اندر کسی کا دشمن اور مدِّمقابل نہ ہونا۔ تو یہ ہیں ایک سچے ولی کی صفاتِ واقعیہ، خدا تعالیٰ ہمیں بھی پاکانِ اُمّت

لغات:۔ (۱) تمادیہ، تمادی، طویل ہونا۔ (۲) ملیاً، زمانۂ طویل۔"

کے طفیل یہ صفات نصیب فرماتے ۔ آمین یارب العٰلمین، بجاہ سیدالمرسلین، صلی اللہ علیہ وسلم۔ (انتہیٰ)

معجزہ، کرامت، اِعانت، معونت، اِرہاص، اِستدراج کا فرق۔

واضح ہو کہ خرقِ عادت کے طور پر جو افعال بندوں سے صادر ہوا کرتے ہیں، بعض علماء نے ان کی صرف چار قسمیں بیان کی ہیں جو یہ ہیں (۱) معجزہ (۲) کرامت (۳) اہانت (۴) معونت، اور بعض نے دو کا اضافہ کر کے چھ بیان کی ہیں۔ چار تو یہی مذکورہ اقسام اور مزید دو یہ ہیں۔ (۵) ارہاص، اور (۶) استدراج، تو اگر خرقِ عادت کے طور پر کسی فعل کا ظہور کسی ایسے بندے کے ہاتھ پر ہو جس کا ظاہری حال اچھا ہو، اور انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی برحق کی متابعت کا التزام کئے ہوئے ہو اور اس کے ساتھ اس کا اعتقاد صحیح، اور عمل صالح ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یعنی اس کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو اس آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوگا یا وہ نبوت کا مدعی نہیں ہوگا، تو اگر وہ نبوت کا مدعی ہو تو یہ معجزہ ہے۔ اور اگر نبوت کا مدعی نہ ہو تو یہ کرامت ہے۔ (تعریف میں قیود کے فوائد) تو ہم نے اس کی تعریف میں جو صحیح اعتقاد اور عمل صالح کی قید لگائی ہے۔ (یہ قید احترازی ہے) اس سے استدراج اور جھوٹے لوگوں کی تکذیب کی تاکید کرنے والی باتوں مثلاً روایت ہے کہ مسیلمہ (لام کی زیر دکسرہ کے ساتھ) (کذاب) نے کسی یک چشم (کانے) کی آنکھ کے صحیح و درست ہونے کی دعا کی (اور اس پر اپنا تھوک لگایا) مگر بجائے اس کے ٹھیک ہونے کے اس کی صحیح و درست آنکھ بھی نابینا ہو گئی تھی، اور اس نے کسی کنوئیں میں اس غرض سے اپنا تھوک ڈالا تھا کہ اس کے پانی کی حلاوت و شیرینی بڑھ جائے لیکن بجائے اس کے اس کا پانی بہت کھاری ہو گیا تھا۔ اور کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ گنجا ہو گیا تھا۔ اور اس قسم کی خلافِ عادت باتوں کو "اہانت" (اور خذلان و نکبت) کہا کرتے ہیں۔ (تو معجزہ و کرامت کی تعریفوں میں صحیح اعتقاد، اور عمل صالح کی قیدوں

لغات:۔ (۱) اعور، کانا، (۲) اُجاجا، اجاج۔ کھاری۔

سے استدراج ، اور اہانت کو) نکالا گیا ہے ، اور ان قیود کے ذریعہ معجزہ، کرامت، استدراج، اہانت ، کے درمیان فرق و امتیاز ہو گیا ہے ۔ جیسا کہ کرامت کی تعریف میں "ولی کے ہاتھ" پر ظاہر ہونے کی قید سے "کرامت" اور "معونت" میں فرق و امتیاز ہو گیا ہے ۔ کہ اگر خوارق عادت افعال عام مسلمانوں کے ہاتھوں پر ان کو مصیبتوں اور دشوار کاموں سے چھڑانے کے لیئے ظاہر ہوں تو اس کو "معونت" کہتے ہیں ، تو یہ چار قسمیں ہوئیں ، (۱) معجزہ (۲) کرامت (۳) اہانت (۴) اور معونت ۔ اور بعض متأخرین علماء نے دو اور قسموں کا اضافہ کیا ہے ، (۵) ارہاص ، اور (۶) استدراج ، ارہاص کا معنی ہے "تاسیس یعنی دیوار کا پہلا ردہ رکھنا" (یہ اس کا لغوی معنی ہے) اور اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ ایسا خرق عادت کام جو مدعی نبوت کے ہاتھ اس کے دعوئ نبوت سے پہلے ظاہر ہو ۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل پتھر کا ان کو سلام کرنا ، اور بادل کا ان پر سایہ کرنا " اور "استدراج" یہ ہے کہ کوئی خرق عادت کام کسی فاسق و فاجر ، ملحد اور کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور وہ اس کے دعوی کے مطابق ہو تو ایسا کام اگر بغیر کسی سبب کے ظاہر ہو تو یہ کام استدراج کہلائے گا جیسا کہ فرعون کے لیئے جادو ، اور اگر کوئی خرق عادت کام کسی سبب کے ساتھ ظاہر ہو تو یہ "شعبدہ" کہلاتا ہے ۔ جیسا کہ شعبدہ بازوں کا سانپوں کو کھا جانا ، جبکہ سانپ

الحاصل - یہ کل سات قسمیں ہیں کہ اگر کسی مرد متقی سے کوئی ایسی نادر الوجود یا تعجب خیز چیز صادر و ظاہر ہو جائے جو عام طور پر عادتاً نہیں ہوا کرتی تو اس کو "کرامت" کہتے ہیں ، اسی قسم کی چیزیں اگر انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت کرنے سے پہلے ظاہر ہوں تو "ارہاص" اور اعلان نبوت کے بعد ہوں تو وہ معجزہ کہلاتی ہیں ، اور اگر عام مومنین سے اس قسم کی چیزوں کا ظہور ہو تو اسکو "معونت" کہتے ہیں ۔ اور کسی کافر سے کبھی اس کی خواہش کے مطابق اس قسم کی چیز ظاہر ہو جائے تو اس کو "استدراج" کہا جاتا ہے ، اور اگر کوئی خرق عادت مدعی نبوت کے مقصد اور مطلب کے بالکل خلاف ظاہر ہو تو اس کو "اہانت" ، خذلان و نکبت ، کہا کرتے ہیں ۔ اور اگر کسی ظاہر الفسق آدمی سے اس کے دعوی اور خواہش کے مطابق کوئی خلاف عادت کام کسی سبب کے ساتھ ظاہر ہو تو وہ شعبدہ ہے ۔

ان کو دُس بُرے ہوتے ہیں مگر ان پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا" اس کے بعد یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ جو خرقِ عادت کام کسی عارف (ولی) کے دستِ حق پر ظاہر ہو تو اس کی دو حیثیتیں ہوا کرتی ہیں اب اِس لحاظ سے کہ وُہ اس ولی عارف کے ہاتھ پر ظاہر ہوا ہے. کرامت ہے۔ اور اِس حیثیت سے کہ جس ولی وعارف کے ہاتھ پر یہ کرامت ظاہر ہوئی ہے وُہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، کیوں کہ ولی نے جو کام بطور کرامت کرکے دکھایا ہے۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوگا کہ یہ سچے دین پر ہے اور اس کا دین رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و اقرار کے ساتھ ساتھ ان کے اوامر ونہی، کی اطاعت ہی تو ہے، اگر یہی ولی اپنے استقلال، اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کرنے کا مدّعی ہو تو پھر نہ تو وُہ ولی ہوگا اور نہ ہی یہ خلافِ عادت کام اس سے ظہور پذیر ہوگا، الغرض خرقِ عادت کام "نبی" کی نسبت سے "معجزہ"، ہی ہے خواہ بلا واسطہ بنفسِ نفیس اس کی ذات سے ظاہر ہوا یا اس کی اُمت کے افراد میں سے کسی فرد عارف وصالح سے ظاہر ہو۔ اور یہ خرقِ عادت کام ولی کی نسبت سے جس کے ہاتھ پر ظاہر ہوا ہے "کرامت" ہی ہے۔ کیوں کہ جس کے ہاتھ پر یہ ظاہر ہوا ہے وُہ نبوت کا تو مدّعی ہی نہیں، (اور معجزہ کے لیئے تو دعویٰ نبوت شرط ہے) اور نبی کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اس کو اپنے نبی ہونے کا علم ہو۔ اور یہ بھی کہ وُہ خوارق عادات امور کو اپنے قصد وارادہ سے ظاہر کرے۔ نیز معجزات سے جو چیز ثابت ہو اس پر اس کا قطعی اور یقینی حکم لگانا بھی اس کے لیئے ضروری ہے۔ بخلاف ولی کے کہ اس کے لیئے یہ ضروری نہیں۔ جیسا کہ بعض محققین نے اس کو بیان کیا ہے۔ اور امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے "رسالہ"، میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے "کرامت"، کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ انبیا علیہم السلام کو حاصل ہوا اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی مشکیزہ شہد سے بھرا ہوا ہو اور اس سے کوئی قطرہ ٹپک پڑے۔ تو یہ قطرہ اس کی مثال ہے جو تمام اولیاء کرام کو حاصل ہوا ہے۔

اور جو شہد ظرف یعنی شیشے کے اندر ہے وُہ اِس کی مثال ہے جو ہمارے آقا حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے ہے ۔ (انتہی)

اور مذکورہ کلام میں اِس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ "کرامت" کا "معجزات"
کی جنس سے ہونا جائز ہے ۔ جیسا کہ دریا کا پھٹ جانا ، اور لاٹھی کا سانپ بن جانا ، اور مُردوں
کا جلانا ، لیکن جو لوگ اِس کے مخالف ہیں وُہ "کرامات" کے "معجزات" کی جنس ہونے کو ممنوع
قرار دیتے ہیں ۔ ان کا خیال ہے کہ "کرامت" اور "معجزہ" میں امتیاز ہی اِس سے ہو سکتا ہے
کہ "کرامت کی جنس اور ہو اور "معجزہ" کی جنس اور ہو" اور بُرہان لقانی نے اپنی کتاب "عُمدۃ المرید"
میں فرمایا کہ ان مذکورہ باتوں کے رَد میں حضرت سعد نے امام سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ
سب باتیں سیدھی اور دُرست نہیں ۔ اور ہمارے نزدیک پسندیدہ طریق یہ ہے کہ تمام خوارق
عادات کا کرامات کے طور پر ظاہر ہونا بالکل جائز ہے ۔ (اور رہا معجزات سے ان کے امتیاز
کا سوال) اور معجزات سے ان کا امتیاز دعویٰ نبوت نہ ہونے کی بنا پر ہوگا ، یہاں تک کہ
اگر کوئی ولی (معاذ اللہ) نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے تو وُہ اللہ کا دشمن قرار پائیگا (ولی اور دوست
نہیں) اور ایسے میں وُہ کرامت کا تو مستحق ہی نہیں رہے گا بلکہ وُہ تو لعنت و اہانت کے قابل ہو
جائے گا ۔ (جب کہ کرامت" تو اکرام و اعزاز من جانب اللہ ہے) (انتہی)

پھر اس کے بعد اسی کتاب "عمدۃ المرید" میں اسی طرح کا کلام امام "نووی" سے نقل کیا گیا ہے کہ
انہوں نے فرمایا کہ جو لوگ کرامات کے معجزات کی جنس سے ہونے کے مخالف ہیں ، وُہ غلطی پر
ہیں اور حس و ظاہر اور گویا بالکل بدیہی بات کا انکار کر رہے ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ جیسے "معجزات"
کا ظہور ذوات اشیاء اور جواہر وغیرہ کی تبدیلی اور قلب سے ہُوا کرتا ہے ۔ یُونہی کرامات کا ظہور و
وقوع بھی اسی سے اور اسی نہج و طریق پر ہوتا ہے ۔ تو پھر کرامات کا معجزات کی جنس سے ہونے
کا جائز و دُرست ہونا بالکل واضح اور ظاہر ہے ۔ اور امام نسفی کا نظریہ یہی ہے جیسا کہ شارح
"وہبانیہ" نے اس کو اپنی نظم میں یوں پیش کیا ہے ۔ وُہ کہتے ہیں ۔ ؎

(شعر کا ترجمہ) اور کرامات کا تمام خوارق عادات کی شکل میں ظہور و وقوع خواہ وُہ معجزات کی جنس سے کیوں نہ ہوں اولیاء کی منجانب اللہ امداد و اعانت کے طور پر ثابت اور مروی ہے اور یہی نظریہ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ سو اس کو خوب سمجھ لو۔

تتمہ

"امام قشیری" نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ "واضح ہو کہ ولی کو نہ تو کرامات کے ظاہر ہونے سے کوئی سکون حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے عدم ظہور سے کوئی تنگ دلی لاحق ہوا کرتی ہے۔ البتہ بسا اوقات اولیاء اللہ کو کرامات کے ظہور سے یقین کی پختگی اور قوت، اور بصیرت کی زیادتی حاصل ہوا کرتی ہے۔ کیوں کہ وُہ جانتے ہیں کہ یہ حقیقت میں اللہ کا فعل ہے، تو پھر وُہ اس سے اپنے عقائد کی درستگی پر استدلال کرتے ہیں۔ الحاصل، کرامات اولیاء کے ظہور کے جائز و دُرست ہونے کا قائل ہونا واجب و ضروری ہے، اور جمہور اہل معرفت کا مسلک یہی ہے۔ اور کرامات کے ظہور و وقوع کے بارے میں خبریں اور حکایات واقعات جس کثرت سے تواتر کے ساتھ مروی و منقول ہیں۔ اس .... سے اولیاء اللہ کی کرامات کے فی الجملہ وقوع وظہور (یعنی اس بات کے ساتھ کہ اولیاء اللہ کی کرامات ہوا کرتی ہیں) کے ساتھ شکوک و شبہات سے بالا تر، قوی علم حاصل ہو گیا ہے، اور جو لوگ اس طائفہ منصورہ یعنی اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرتے رہتے اور ان سے متعلق حکایت واقعات کو تواتر سے پڑھتے، سُنتے رہتے ہیں، اُن کو تو مجموعی حیثیت سے کرامات کے وقوع میں کوئی شُبہ ہی نہیں اور کرامات اولیاء اللہ کے وقوع وظہور کے دلائل میں سے ایک تو سلیمان علیہ السلام کے ساتھی اور خادم کے قصہ میں نص قرآن ہے کہ

(۱) اس ساتھی و خادم بارگاہ سلیمانی (آصف بن برخیا) نے کہا تھا کہ "انا اٰتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك" (ترجمہ) میں تخت بلقیس کو آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی لے آؤں گا حالانکہ وُہ نبی نہ تھے (بلکہ ولی تھے، سُلیمانی ولی، تو پھر یہ کرامت ہی کہلائے گی)

(۲) اور صحیح آثر میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جمعہ کے خطبہ کے دوران فرمایا تھا "یاساریۃ الجبل" یعنی اے ساریہ (اسلامی لشکر کے کمانڈر کا نام ہے) پہاڑ کی جانب کا خیال رکھو، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ آواز اُسی وقت حضرت ساریہ کو پہنچ بھی گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اُسی وقت دشمن کی پہاڑی کمین گاہوں سے بچاؤ کی حکمت احتیاطی تدابیر بھی اختیار کرلی تھیں۔

(۳) اس کے بعد امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات کے اظہار پر قرآنی شواہد و دلائل میں سے حضرت مریم، کے قصہ میں جو کہ نبی اور رسول نہ تھیں، یہ ارشاد خداوندی ہے، "کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا" الآیۃ۔ جب بھی زکریا علیہ السلام مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس عبادت خانہ میں جاتے تو اس کے پاس رزق یعنی بے موسم پھل پاتے" تو پھر وہ اس سے استفسار فرمایا کرتے۔ "اَنّٰی لَکِ هٰذَا" اے مریم یہ بے موسم پھل تیرے پاس کہاں سے آتے ہیں" تو مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جواب میں فرمایا کرتیں؛ "هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ"۔ کہ یہ اللہ کے پاس سے آتے ہیں۔ (تو ان بے موسم پھلوں کا حضرت مریم کے پاس بغیر کسی ظاہری ذریعہ کے حجرے میں پہنچ جانا ان کی کرامت و خرق عادت ہی کے طور پر تھا) (اور کرامات کے ثبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ)

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سے فرمایا کہ "وَهُزِّیْ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْکِ رُطَبًا جَنِیًّا" (مریم ۲۵) اور ہلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو گرنے لگیں تم پر پکی ہوئی کھجوریں"

(۵) حالانکہ وہ پختہ کھجوروں کا موسم و موقع نہ تھا، اور یونہی اصحاب کہف کا قصہ، اور وہ عجیب و غریب باتیں ہیں جو ان پر ظاہر ہوئی تھیں، مثلاً کتے کا ان کے ساتھ کلام کرنا۔ وغیرہ۔

(۶) اور اثبات کرامات کے دلائل میں سے ذوالقرنین کا قصہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایسی قدرت بخشی تھی جو کسی دوسرے کو حاصل نہ تھی"۔

(۷) اور ان دلائل میں سے دیوار کا کھڑا کر دینا اور دوسری عجیب باتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے

حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھ پر طے فرمایا تھا۔ اور یہ کہ جو باتیں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوشیدہ تھیں، اُن کو خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے، تو یہ سب امور ناقضِ عادت ہیں، جو خضر علیہ السلام کی خصوصیات میں سے تھے۔ حالانکہ خضر علیہ السلام بھی نبی نہ تھے بلکہ ولی ہی تھے، اس کے بعد امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے آثار، اخبار، اور صحابہ و تابعین، ائمہ معتبرین، جیسی برگزیدہ ہستیوں کے عجیب و غریب واقعات اور حکایات نقل فرمائی ہیں، اور اس سلسلے میں بہت طویل کلام فرمایا ہے۔ کہ کراماتِ اولیاء کا منکر جس کا رد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اور اگر ہم یہاں پر ان کے اس تمام کلام کو نقل کریں تو مقصد سے دُور جا پڑیں گے،

تو پاک ہے وہ بادشاہِ حقیقی، جو کہ عبادت کے لائق ہے، وُجودِ حقیقی میں منفرد۔ اور خیر و کرم کے دریا بہانے میں یکتا و بے مثل ہے۔ عطا کرتا ہے[1] اپنے فضل سے جو چاہتا ہے، اور مختص فرماتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے، ہم اس پاک، بلند و بالا ذات سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے اولیاء اور دوستوں کی محبت پر مارے۔ اور اُن کی شرابِ رُوحانی سے ہمیں سیراب فرمائے، اور اُن کی ظاہری برکات کو ہم پر لوٹائے یعنی ہمیں بھی اُن برکات سے نوازے، اور اُن کے پاکیزہ نفسوں سے ہمیں نفع پہنچائے۔ اور اُن کے عمدہ جوڑے ہمیں پہنائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں دُنیا و آخرت میں اُن کے گروہوں میں سے کرے۔ کہ بلاشبہ وُہ بہت کرم کرنے والوں میں انتہائی کرم فرمانے والا ہے، اور تمام رحم کرنے والوں میں بہت رحم فرمانے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں نازل ہُوں ہمارے سید و سردار اور ہمارے تکیہ گاہ، حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، جو کہ تمام مقربینِ بارگاہ سے بہتر ہیں اور (یہ رحمتیں نازل ہُوں) اُن کی آل و اصحابِ متبعین، اور اُن کے گروہوں پر" اور پھر یُونہی قیامت تک نازل ہوتی رہیں۔"

اس مقالہ (رسالہ) کی تحریر روز بدھ، ۸ شوال ۱۲۲۳ھ کو اختتام[2] پذیر ہُوئی۔ (علامہ شامی

لُغات:۔ (۱) منح۔ عطا کرنا (۲) نجز، ختم ہُوئی۔

رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ رشید کہتے ہیں کہ) میرے آقا، مؤلفِ کتاب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ نے اس مقالہ کی اصلاح و درستگی کا اختتام اور اس مجالہ (جلدی میں لکھا ہوا رسالہ) کے مضامین کو اچھی طرح سے ڈھال کر، ان پر محنے کی قلعی کرنے کے کام سے فراغت کرا کر ان وسائل کے ذریعہ ہو کر، ان پاکانِ اُمت کے طفیل جو کہ بڑے مقام والے ہیں اس بندۂ ضعیف کے دل میں ڈالے گئے ہیں۔ میرے لیے آسان فرمایا۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے اُس کے نبی و رسولِ عظیم و شریف (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے متبعین، جو کہ بارگاہِ اقدس کے قرب اور رسائی والے، کہ جن کی اولاد عالی شان، اور اُن کے آبا استقامت و ثابت قدمی والے تھے۔

کی حرمت سے اس رسالہ کی قبولیت کی اُمید رکھتا ہوں۔ تو میں (یہ اشعار) کہہ رہا ہوں، جب کہ میرا بھروسہ صرف اللہ ہی پر ہے۔ (اشعار کا ترجمہ)

(۱) خدائے بزرگ کی بارگاہ میں اقطاب کا وسیلہ پیش کر، اور قریبی مہربان سے فتوحات کے دروازے کھلوانے کے لیے کھڑا ہو جا۔"

(۲) اور اُن گروہِ ابدال کا وسیلہ پیش کر جو کہ شریف و بزرگ اور ہمیشہ سرداری والے ہیں، اور اُن اوتاد کا وسیلہ پیش کر جو کہ قوم کے سردار ہیں، اور پھر انجاب کا۔"

(۳) یونہی اخیار، اور نقباء کے ساتھ توسل کر کہ اس طرح تو کامیاب ہو جائے گا خیر کے حاصل کرنے میں خواہ وُہ آسمان کے کناروں اور کنکروں والی زمین، یا ٹیلوں پر ہی کیوں نہ ہو۔"

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ ان حضرات اولیاء اللہ کی ذواتِ مقدسہ کے ساتھ توسل سے مشکل کام بھی آسان ہو جائے گا۔

(۴) یہ تو حضرات اولیاء اللہ، لوگوں کے لیے بچاؤ کا سامان ہیں ہر اُس مصیبت سے جو لوگوں پر اُترے کہ ان کے ذریعہ بچ جاتے ہیں لوگ ہر تکلیف، جسمانی دردوں اور بیماریوں سے۔"

لغات:۔ تذہیب، سونے کی قلعی کرنا۔ دکّم، کسی چیز کو اچھے طریقے سے ڈھالنا۔ نُبّاب، جمع ب ابنتح، قریبی مہربان قطر، اطراف۔ الحصیٰ، کنکر۔ رابی، ٹیلہ۔ عُدّۃ، سامان۔ اوصاب، جسمانی درد اور بیماریاں۔

(۵) یہ (اقطاب وغیرہم اولیاء اللہ) ایسے لوگ ہیں کہ بلند سے بلند چوٹی تو کیا، بلکہ خود بلندی کی چوٹی پر بھی چڑھ جاتے ہیں، اور ایسے گہرے مقام میں اُتر جاتے ہیں جس کو رسّی کے ساتھ بھی نہیں ناپا جا سکتا۔

(۶) اور یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا پر اپنی خوشی سے خود ہی راضی ہو گئے ہیں، جبکہ دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کر کے، توڑ کر، اور عتاب کے ساتھ پست کر کے ان سے منوایا اور تسلیم کرایا ہے۔

(۷) اپنے مولیٰ کی چوکھٹ پر ہر وقت حاضر رہ کر، خدمت کے ذریعہ، یعنی عبادت گزاری اور یادِ الٰہی کے ذریعہ، ان حضرات نے عزّت کا وہ مقام حاصل کر لیا ہے جو دوسرے نہیں پا سکتے۔

(۸) سو تو اے مخاطب، ان حضرات کی محبت میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جا، یعنی مشکل سے مشکل کام کر گزر، اور اُن کی نازک ہدایت اور خطاب کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پوری پوری سعی کر،

(۹) اور ہمیشہ اُن کے دامن کو تھامنے والا، ان سے پناہ لینے والا بن، اور بہتان باندھنے والے جاہل و نادان (کہ جو اُن کے مرتبے اور مقام سے واقف نہیں) اُن کے بارے میں شک کرنے والے کی باتوں کو چھوڑ دے۔

(۱۰) اور یُوں کہہ (اور اپنے اللہ سے دُعا کر) کہ اے میرے مولا، اے وہ ذات کہ جس کا سارا اختیار ہے، اور اُسی سے بغیر مانگے خیر ملتا ہے۔

(۱۱) (اے میرے اللہ) میں تجھ سے اُس پسندیدہ ہستی کے ذریعہ سوال کرتا ہوں، جو سب کے سردار ہیں اور جو ہر اُس بندے سے مرتبے میں بلند ہیں جو بڑی عبادت کرنے والا، اور تیری طرف بہت رُجوع کرنے والا ہے۔

لغات:- (۱) ذروہ، پہاڑ کی چوٹی (۲) اطناب، بالفتح، خیمہ کی رسیاں (۳) راق، پہاڑ پر چڑھنے والا (۴) صعود، پہاڑ کی چوٹی (۵) خود، نازک بدن، جمع خودات و خود (۶) مستمسکا، دامن تھامنے والا۔ (۷) لائذ، پناہ پکڑنے والا (۸) افاک، از حد افتراء کرنے والا۔ (۹) مرتاب، شک کرنے والا۔ (۱۰) تطلاب، مانگنا۔ (۱۱) ناسک، عبادت اور قربانی کرنے والا۔ (۱۲) اوّاب، بہت رجوع کرنے والا۔

(۱۲) جو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جو کہ بہترین خاندان، اور شریف آباء، اور پاک پشتوں سے مبعوث فرمایا گیا ہے۔

(۱۳) (اور سوال کرتا ہوں میں تجھ سے) حضورؐ کی بزرگ ترین آل کے طفیل، جو کہ طاہر و پاک ہیں بر رذی کام و صفت سے (اور سوال کرتا ہوں تجھ سے) حضورؐ کے بلند ترین پیروکاروں، اور بزرگ ترین اصحاب، کے ذریعہ۔

(۱۴) اور سوال کرتا ہوں میں تجھ سے) حضورؐ کے صدیقؓ کے ذریعہ، جو حضورؐ کے بعد تمام اماموں سے بہتر ہیں۔ اور یونہی فاروقؓ کے ذریعہ جو کہ خطاب کے بیٹے ہیں۔

(۱۵) اور حضرت عثمانؓ کے طفیل جو کہ دو نوروں والے (یعنی ان کے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی دو صاحبزادیاں تھیں، کہ وہ بھی حضور کی اولاد، اور پھر بلا واسطہ حضور کی اولاد ہونے کی وجہ سے خود بھی نور ہی تھیں") اور اللہ کے ذکر یعنی قرآن پاک کو جمع فرمانے والے، اور حضرتِ حیدرؓ (علی مرتضیٰ) کے ذریعہ جو کہ شیر، بہت بہادر، اور دوسروں پر معرکوں میں بہت غالب آنے والے تھے،

(۱۶) (اور تجھ سے سوال کرتا ہوں) حضرت اویس قرنیؓ کے ذریعہ جو کہ اپنے ہم زمان لوگوں سے بظاہر پوشیدہ ہی رہے۔ مگر حقیقت ہے کہ وہ فضیلت و بزرگی والے امام ہیں اس میں کوئی حجاب اور بحث نہیں،

(۱۷) مسائل میں اجتہاد کرنے والے ائمہ مجتہدین کے طفیل۔ اور ان طلبۂ کرام کے طفیل جو علم و فضل میں ان کے پیرو ہوئے ہیں:

(۱۸) اور اس زمانے کی چکی کو گھمانے والے قطب، یعنی اس دور کے متصرف و ناظم قطب وقت اور ان کے گروہ کا ذریعہ، جو کہ اس جہان کے امام، اور اس عالم پر تواب و رحیم خدا کا عطیہ

لغات: (۱) اصلاب، جمع صلب، پشت (۲) حیدر، شیر (۳) ضرغام، مخفف (ضرغام) شیر، بہادر، قوی (۴) غلاب، بہت غلبہ پانے والے (۵) تحفہ، عطیہ۔

احسان ہیں"

(۱۹) اے دُعاؤں کو قبول کرنے والے خُدا، میری فریادرسی فرما، اور ان اولیار کے طفیل مجھے میرے غموں، تنگیوں، مشقتوں اور دشواریوں وغیرہ سے نجات دے"

(۲۰) اور اے اللہ، میرے ضعف پر رحم فرما، اور میری لغزشوں کو معاف فرما، اور میرے اُس گُناہ کو بخش دے جس نے میرے معالجوں (رُوحانی طبیبوں) کو تھکا دیا اور مجھے ہلاک کر دیا ہے"

(۲۱) اور تو (اے اللہ) میرے لیئے سفارش قبول فرما (مجھے معاف کر دے) جس روز کہ سوائے مُعافی کے مال، دوست، یا ہم عُمر ساتھی، کوئی بھی کام نہیں آئے گا"

(۲۲) اور مجھے عُمر بھر پرہیزگاری کے راستے پر ثابت قدم و کامیاب فرما۔ اپنی مہربانیوں اور اس مقصد کے لیئے اسباب مہیا کرنے کے ساتھ،

(۲۳) اور میرے اللہ، میں جو تجھ سے بخشش اور معافی کی اُمید رکھتا ہوں، اس میری اُمید کو یقین کا جامہ پہنا، یعنی میری بخشش کو یقینی بنا دے۔ اور اپنی مہربانی سے میرے گناہوں پر عفوِ جمیل کے کپڑوں کا پردہ ڈال دے،

(۲۴) (یہ بخشش اور معافی صرف میرے ساتھ ہی مخصوص نہ رکھ) بلکہ یُونہی میرے مشائخ و اساتذہ، میرے ساتھی اور والدین، میرے مددگار و انصار، میرے دوست و احباب سب کو بخش دے اور سب پر مہربانی فرما"

(۲۵) اور صلوٰۃ و سلام بھیجتا رہ، اے اللہ، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ تمام مخلوق سے بہترین ہستی ہیں جبتک کہ زمانہ رواں ہے۔ یعنی جبتک دُنیا قائم ہے اور ان کی وُہ عزت و عظمت جو تو نے اُنہیں بخشی ہے، برقرار رکھ"

لُغات:- (۱) القاب: جمع نصب، مشقت (۲) ذلت، بالفتح، لغزش (۳) اعیٰی، عاجز کر دیا، تھکا دیا (۴) اُساۃ جمع آسی، معالج و طبیب (۵) اوذی، ہلاک کر دیا (۶) مُشفِّع، بالکسر، سفارش قبول کرنے والا (۷) خِل، دوست (۸) اتراب، جمع ترب، ہم عُمر (۹) یمّم، اپنے مقاصد و مطالب پر فتح مند (۱۰) مدی، غایت و نہایت (۱۱) منہج، راہ راست (۱۲) التقیٰ، پرہیزگاری (۱۳) بارک۔ کہا کرتے ہیں بارک علی الانبیاء و آلہم، یعنی اُن کی عزت و عظمت جو تو نے اُنہیں بخشی ہے، برقرار رکھ"

(۲۶) اور (یونہی حضورؐ کی متبع میں صلوٰۃ و سلام بھیجا رہ اور رحمتیں و سلامتی نازل فرما رہ) اُن کی آل و اصحاب اور ان گروہوں (لوگوں) پر جنہوں نے اُن کی اقتدا (اتباع) کی ہے۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تمام انبیاء کے اصحاب و ساتھیوں سے بہترین اصحاب، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل تمام انبیاء کی آل سے۔ اور حضورؐ کی جماعت تمام نبیوں کی جماعتوں سے بہترین و افضل واقع ہوتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى اِجْلَالِكَ وَكِبْرِيَائِكَ وَلَكَ الشُّكْرُ عَلٰى مَا اَسْبَغْتَ عَلَيَّ مِنْ تَوْفِيقَاتِكَ وَنَعْمَائِكَ اَسْئَلُكَ فَضْلَكَ وَرِضْوَانَكَ وَاَسْئَلُكَ بِصِفَاتِكَ الْجَلِيْلَةِ وَالْجَمِيْلَةِ وَبِاَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى اَنْ تُصَلِّيَ وَتُسَلِّمَ وَتُبَارِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَكَهْفِ الْوَرٰى حَبِيْبِكَ وَنَبِيِّكَ وَصَفِيِّكَ سَيِّدِيْ وَمَوْلَائِيْ وَقُرَّةِ عَيْنِيْ وَنُوْرِ قَلْبِيْ وَوَسِيْلَتِيْ فِيْ حَضْرَتِكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَمَنْ تَبِعَهٗ وَاَحَبَّهٗ مِنَ الْاَقْطَابِ، وَالْاَغْوَاثِ، وَالْاَبْدَالِ، وَالْعُرَفَاءِ وَالْاَخْيَارِ وَالنُّقَبَاءِ وَالنُّجَبَاءِ، وَسَائِرِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ـــــ ۔ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ـــــ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ

آمین یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ، بِجَاہِ طٰہٰ وَ یٰسٓ ـــــ

لغات :- احقاب، جمع حقب، زمانہ، اسّی سال یا اس سے زائد کا عرصہ۔ یہاں مطلق زمانہ مراد ہے۔ احزاب، جمع ہے حزب کی۔ جماعت، پارٹی۔

اجابة الغوث ببيان حال النقباء والنجباء والابدال
والاوتاد والغوث تأليف جناب حضرت شيخنا
شيخ الطريقة والحقيقة سيدى
العارف بربه تعالى الشيخ
محمدافندى عابدين
عفاالله عنه

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله الذى شرف هذه الامة المحمدية بانواع التشريف * وشرع لها شرعا رصينا وحكما مبينا وكلفها باسهل تكليف * وجعل منها عبادا عبادا بادروا الى امتثال اوامره واجتناب نواهيه * حتى اماتوا انفسهم واغرقوها فى بحار حياة التوحيد والتنزيه * وجعل منها اوتادا ونقباء واقطابا * وابدالا واخيارا واوتادا وانجابا * فرحم بهم عباده الضعفا * والبس بعضهم جلباب الستر والخفا * وجردهم عن الكدورات البشريه * واغرقهم فى بحار الاحديه * واشهدهم اسرار اسمائه وصفاته * وجعل قلوبهم مشكاة لاشعة تجلياته * والصلاة والسلام على من الكل مقتبس من نبراس انواره * وملتمس من فيض عرفانه واسراره ومغترف من بحار شرعه وهداه * ومقتطف من ثمار جوده وجدواه وعلى آله واصحابه الذين لهم الغاية القصوى فى هذا الشان * والخيول المضمرة بين الفرسان فى السابق الى هذا الميدان (وبعد) فيقول اسير وصمة ذنبه * وارجى عفو ربه * محمدامين * المكنى بابن عابدين غفرالله ذنوبه * وستر عيوبه * قد كنت جمعت رسالة بسؤال بعض الاعيان * عن امر القطب الذى يكون فى كل زمان واوان * وعن الابدال والنقباء والنجبا وعدتهم على طريق البيان * وبادرت الى ذلك بعدطلب الاذن من حضرتهم العليه * وقراءة الفاتحة الى ارواحهم الزكيه عسى الله ان ينفحنا بنفحة من نفحاتهم * ويعيد علينا من عظيم بركاتهم وجمعت ماوقفت عليه من كلام الائمة المعتبرين * ووفقت للاطلاع عليه من كتب الساده المعمرين (ورتبت) ماجمعته على اربعة ابواب وخاتمة (وسميت) ذلك باجابة الغوث * ببيان حال النقبا والنجبا والابدال والاوتاد والغوث . وكتبت له نسخة وارسلتها اليه ثم رأيت اشياء تناسب المقام ويستحسن ذكرها ذووا الافهام * احببت الحاقها الاستشفاء العليل * وربما حصل بعض تغيير وتبديل * ولكن ابقيت التسمية والترتيب * وسألت المعونة من القريب المجيب ﴿ الباب الاول ﴾ فى بيان الاقطاب والابدال والاوتاد والنجبا والنقباو بيان صفتهم وعددهم ومساكنهم (فالاقطاب) جمع قطب وزان قفل وهو فى اصطلاحهم الخليفة الباطن وهو سيد اهل زمانه سمى قطبا لجمعه لجميع المقامات والاحوال ودورانها عليه مأخوذ من قطب الرحى الحديدة التى تدور عليها * وفى شرح تائية سيدى الشيخ شرف الدين عمر بن الفارض لسيدى الشيخ عبد الرزاق القاشانى القطب

فى اصطلاح القوم اكمل انسان متمكن فى مقام الفردية تدور عليه احوال الخلق
وهو اماقطب بالنسبة الى مافى عالم الشهادة من المخلوقات يستخلف بدلا عنه عند
موته من اقرب الابدال منه ثم يقوم مقامه بدل هو اكمل الابدال . واماقطب
بالنسبة الى جميع المخلوقات فى عالمى الغيب والشهادة ولايستخلف بدلا من الابدال
ولايقوم مقامه احد من الخلائق وهوقطب الاقطاب المتعاقبة فى عالم الشهادة
لايسبقه قطب ولايخلفه آخر وهوالروح المصطفوى صلى الله تعالى عليه وسلم
المخاطب بقول لولاك لولاك لماخلقت الافلاك انتهى يعنى لايخلفه غيره فى هذا المقام الكامل
وان خلفه فيما دونه كالخلفاء الراشدين ولا ينافى ماسيأتى . وفى بعض كتب
العارف بالله تعالى سيدى محى الدين بن عربى قال اعلم انهم قديتوسعون فى اطلاق
لفظ القطب فيسمون كل من دار عليه مقام من المقامات قطبا وانفرد به فى زمانه على
ابناء جنسه وقد يسمى رجل البلد قطب ذلك البلد وشيخ الجماعة قطب تلك الجماعة ولكن
الاقطاب المصطلح على ان يكون لهم هذا الاسم مطلقا من غير اضافة لايكون الا
واحدا وهو الغوث ايضا وهوسيد الجماعة فى زمانه ومنهم من يكون ظاهر الحكم
ويحوز الخلافة الظاهرة كماحاز الخلافة الباطنة كابى بكر وعمر وعثمان وعلى
رضوان الله تعالى عليهم . ومنهم من يحوز الخلافة الباطنة فقط كا كثر الاقطاب
وفى الفتاوى الحديثية لابن حجر رجال الغيب سموا بذلك لعدم معرفة اكثر الناس
لهم رأسهم القطب الغوث الفرد الجامع جعله الله دائرا فى الآفاق الاربعة اركان
الدنيا كدوران الفلك فى افق السماء وقد ستر الله تعالى احواله عن الخاصة والعامة
غيره عليه غيرانه يرى عالما كجاهل وابله كفطن وتاركا كآخذ قريبا بعيدا سهلا
عسرا آمنا حذرا ومكانته من الاولياء كالنقطة من الدائرة التى هى مركزها به
يقع صلاح العالم انتهى وفى المعدن العدنى فى اويس القرنى للملا على القارى قال
واما قطب الابدال فى زمانه عليه الصلاة والسلام فالذى فى ظنى انه اويس القرنى
انتهى وفى شرح منظومة الخصائص النبوية لشيخ مشايخنا الشهاب احمد المنبى
قال وذهب التونسى من الصوفية الى ان اول من تقطب بعده صلى الله تعالى عليه
وسلم ابنته فاطمة ولم اره فى ذلك سلفا واما اول من تقطب بعد عصر الصحابة
فعمر بن عبد العزيز واذا مات القطب خلفه احد الامامين لانهما بمنزلة الوزيرين
احدهما مقصور على مشاهدة عالم الملكوت والاخر على عالم الملك والامام الذى
نظره فى عالم الملكوت اعلا مقاما من الاخر انتهى (والابدال) بفتح الهمزة
جمع بدل سموا بذلك لما سيأتى فى الحديث كلما مات رجل ابدل الله مكانه رجلا

اولانهم ابدلوا اخلاقهم السيئة ورضوا انفسهم حتى صارت محاسن اخلاقهم حلية اعمالهم اولانهم خلف عن الانبياء كما سيأتى فى كلام ابى الدرداء رضى الله تعالى عنه اولما نقله الشهاب المنبنى عن العارف ابن عربى قال واذا رحل البدل عن موضع ترك بدله فيه حقيقة روحانية تجتمع اليها ارواح اهل ذلك الموطن الذى رحل عنه هذا الولى فان ظهر شوق من اناس ذلك الموطن شديد لهذا الشخص تجدت لهم تلك الحقيقة الروحانية التى تركها بدله فكلمتهم وكلموها وهو غائب عنها وقد يكون هذا من غير البدل لكن الفرق ان البدل يرحل ويعلم انه ترك غيره وغير البدل لايعرف ذلك وان تركه انتهى وفى شرح التائية للقاشانى المراد بالابدال طائفة من اهل المحبة والكشف والمشاهدة والحضور يدعون الناس الى التوحيد والاسلام لله تعالى بوجودهم العباد والبلاد ويدفع عن الناس بهم البلاء والفساد كما جاء فى الحديث النبوى حكاية عن الله تعالى انه قال (اذا كان الغالب على عبدى الاشتغال بى جعلت همه ولذته فى ذكرى فاذا جعلت همه ولذته فى ذكرى عشقنى وعشقته ورفعت الحجاب فيما بينى وبينه لايسهو اذا سهى الناس اولئك كلامهم كلام الانبياء واولئك هم الابدال حقا اولئك الذين اذا اردت باهل الارض عقوبة اوعذابا ذكرتهم فيه فصرفته بهم عنهم) والابدال اربعون رجلا لكل واحد منهم درجة مخصوصة ينطبق اول درجاتهم على اخر درجات الصالحين واخرها على اول درجة القطب كلما مات واحد منهم ابدل الله تعالى مكانه احدا يدانيه ممن تحته وظهر التبدل فى كل من هو ادنى درجة منه ثم يدخل فى اول درجاتهم واحد من الصالحين وينخرط فى سلك الابدال ولا يزال عددهم كاملا حتى اذا جاء امر الساعة قبضوا جميعا كما جاء فى الخبر انتهى * وفى كتاب احياء علوم الدين للامام حجة الاسلام الغزالى نفعنا الله تعالى به من كتاب ذم الكبر والعجب قال ابو الدرداء رضى الله تعالى عنه ان لله تعالى عبادا يقال لهم الابدال خلف من الانبياء هم اوتاد الارض فلما انقضت النبوة ابدل الله تعالى مكانهم قوما من امة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم لم يفضلوا الناس بكثرة صوم ولاصلاة ولاحسن حلية ولكن بصدق الورع وحسن النية وسلامة الصدر لجميع المسلمين والنصيحة لهم ابتغاء مرضاة الله تعالى بصبر تخين وتواضع فى غير مذلة وهم قوم اصطفاهم الله تعالى واستخلصهم لنفسه وهم اربعون صديقا ثلاثون رجلا قلوبهم على مثل يقين ابراهيم خليل الرحمن عليه الصلاة والسلام لايموت الرجل حتى يكون الله تعالى قد انشأ من يخلفه * واعلم ياأخى انهم

لايلعنون شيأ ولايؤذونه ولايحقرونه ولايتطاولون عليه ولايحسدون احدا ولا يحرصون على الدنياهم اطيب الناس خيراوالينهم عريكة واسخاهم نفساعلامتهم السخاء وسجيتهم البشاشة وصفتهم السلامة ليسوا اليوم فى خشية وغدا فى غفلة ولكن مداومون على حالهم الظاهر وهم فيما بينهم وبين ربهم لاتدركهم الرياح العواصف ولاالخيل المجراة قلوبهم تصعد ارتياحا الى الله تعالى واشتياقااليه وقدما فى استباق الخيرات (اولئك حزب الله ألاان حزب الله هم المفلحون) قال الراوى قلت ياابالدرداء ماسمعت بصفة اشدعلى من هذه الصفة فكيف لى ان ابلغها فقال مابينك وبين ان تكون فى اوسعها الاان تبغض الدنيا فانك اذا ابغضت الدنيا اقبلت على حب الاخرة وبقدر حبك للاخرة تزهد فى الدنيا وبقدر ذلك تبصر ماينفعك فاذا علم الله تعالى من عبد حسن الطاب افرغ عليه السداد واكتنفه بالعصمة واعلم ياابن اخى ان ذلك فى كتاب الله تعالى المنزل (ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون) قال يحيي بن كثير فنظرنا فى ذلك فماتلذذ المتلذذون بمثل حب الله تعالى وابتغاء مرضاته انتهى ﴿ فائدة ﴾ قال العارف ابن عربى فى كتابه حلية الابدال اخبرنى صاحب لى قال بينا انا ليلة فى مصلاى قداكملت وردى وجعلت رأسى بين ركبتى اذكرالله تعالى اذاحسست بشخص قدنفض مصلاى من تحتى وبسط عوضا منه حصير اوقال صل عليه وباب بيتى على مغلق قداخلنى منه فزع فقال لى من يانس بالله تعالى لم يجزع ثم اننى الهمت الصوت فقلت ياسيدى بماذا تصير الابدال ابدالا فقال بالاربعة التى ذكرها ابوطالب فى القوت الصمت والعزلة والجوع والسهر ثم انصرف ولااعرف كيف دخل ولا كيف خرج وبابى مغلق انتهى قال العارف ابن عربى هذا رجل من الابدال اسمه معاذبن اشرس والاربعة المذكورةهى عماد هذا الطريق الاسنى وقوائمه ومن لاقدم له فيها ولارسوخ فهوتايه عن طريق الله تعالى وفى ذلك

قلت

يامن اراد منازل الابدال * من غير قصد منه للاعمال
لاتطمعن بها فلست من اهلها * ان لم تزاحمهم على الاحوال
واصمت بقلبك واعتزل عن كل من * يدنيك من غير الحبيب الوالى
واذا سهرت وجعت نلت مقامهم * وصحبتهم فى الحل والترحال
بيت الولاية قسمت اركانه * ساداتنا فيه من الابدال
مابين صمت واعتزال دائم * والجوع والسهر النزيه العالى

انتهى نقله الشهاب المنينى فى شرح منظومة الخصائص (والاوتاد) جمع وتد بالكسر والفتح لغة قال العارف ابن عربى فى بعض مؤلفاته وهؤلاء قديعبرعنهم بالجبال كقوله تعالى (ألم نجعل الارض مهادا والجبال اوتادا) لان حكم هؤلاء فى العالم حكم الجبال فى الارض فانه بالجبال يسكن ميل الارض * قال الشهاب المنينى عن المناوى الاوتاد اربعة فى كل زمان لايزيدون ولاينقصون احدهم يحفظ الله تعالى به المشرق والآخر المغرب والآخر الجنوب والآخر الشمال * قال ابن عربى ولكل وتدمن الاوتاد الاربعة ركن من اركان البيت ويكون على قلب نبى من الانبياء فالذى على قلب آدم له الركن الشامى والذى على قلب ابراهيم له العراقى والذى على قلب عيسى له اليمانى والذى على قلب محمد صلى الله تعالى عليه وسلم له ركن الحجر الاسود وهو لنا بحمد الله تعالى انتهى والنجباء جمع نجيب وقد يقال فيه انجاب على غير القياس لمزاوجة الابدال والاقطاب والجمع المقيس نجباء مثل كريم وكرماء قال سيدى العارف ابن عربى فى بعض مؤلفاته معزيا للفتوحات ومن الاولياء النجبا وهم ثمانية فى كل زمان لايزيدون ولاينقصون وهم اهل علم الصفات الثمانية السبعة المشهورة والادراك الثامن ومقامهم الكرسى لايتعدون ولهم القدم الراسخ فى علم تسيير الكواكب من جهة الكشف والاطلاع من جهة الطريقة المعلومة عند العلماء بهذا الشان انتهى (والنقبا) جمع نقيب قال فى الصحاح النقيب العريف وهو شاهد القوم وضمينهم انتهى قال العارف ابن عربى هم الذين حازوا علم الفلك التاسع والنجباء حازوا علم الثمانية الافلاك التى دونه وقال ايضا فى موضع آخر ومن الاولياء رضى الله تعالى عنهم النقباء وهم اثنا عشر نقيبا فى كل زمان لايزيدون ولاينقصون على عدد بروج الفلك كل نقيب عالم بخاصية برج وبما اودع الله تعالى فى مقامه من الاسرار والتأثيرات وما تقطع الكواكب السيارة والثوابت فان للثوابت حركات وقطعا فى البروج لايشعر به فى الحس لانه لايظهر ذلك الا فى آلاف من السنين واعمال اهل الرصد تقصر عن مشاهدة ذلك * واعلم ان الله تعالى قد جعل بايدى هؤلاء النقباء علوم الشرائع المنزلة ولهم استخراج خبايا النفوس وغوائلها ومعرفة مكرها وخداعها وابليس مكشوف عندهم يعرفون منه مالا يعرفه من نفسه انتهى وبقى الامامان وتقدم الكلام فيهما وقسم يقال له (الافراد) ذكرهم العارف ابن عربى فى بعض كتبه قال ونظيرهم من الملائكة الارواح المهيمة وهم الكروبيون معتكفون فى حضرة الحق تعالى لايعرفون سواه ولايشهدون سوى ماعرفوا منه ليس لهم

بذواتهم علم عند نفوسهم وهم على الحقيقة ماعرفهم سواهم مقامهم بين الصديقية والنبوة انتهى ﴿ فصل ﴾ فى الكلام فى عددهم وبيان مساكنهم نقل البرهان ابراهيم اللقانى فى شرح منظومته الكبير المسمى بعمدة المريد لجوهرة التوحيد عن حواشى الشفا لابن التلمسانى قال نقل الخطيب فى تاريخ بغداد عن الكتانى مانصه النقباء ثلاثمائة والنجباء سبعون والبدلاء اربعون والاخيار سبعة والعمد ويقال لهم الاوتاد ايضا اربعة والغوث واحد فمسكن النقباء المغرب ومسكن النجباء مصر ومسكن الابدال الشام والاخيار سياحون فى الارض والعمد فى زوايا الارض ومسكن الغوث مكة فاذا عرضت الحاجة من امر العامة ابتهل فيهما النقباء ثم النجباء ثم الابدال ثم الاخيار ثم العمد اجيب فريق اوكلهم فذاك والا ابتهل الغوث فلا تتم مسألته حتى تجاب دعوته انتهى وقال ذوالنون المصرى رضى الله تعالى عنه النقباء ثلثمائة والنجباء سبعون والبدلاء اربعون والاخيار سبعة والعمد اربعة والغوث واحد وحكى ابو بكر المطوعى عمن رأى الخضر عليه السلام وتكلم معه وقال له اعلم ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لماقبض بكت الارض وقالت الهى وسيدى بقيت لايمشى على نبى الى يوم القيمة فاوحى الله تعالى اليها اجعل على ظهرك من هذه الامة من قلوبهم على قلوب الانبياء عليهم الصلاة والسلام لااخليك منهم الى يوم القيمة قالت لهوكم هؤلاء قال ثلثمائة وهم الاولياء وسبعون وهم النجباء واربعون وهم الاوتاد وعشرة وهم النقبا وسبعة وهم العرفا وثلاثة وهم المختارون وواحد وهو الغوث فاذامات نقل من الثلاثة واحد وجعل الغوث مكانه ونقل من السبعة الى الثلاثة ومن العشرة الى السبعة ومن الاربعين الى العشرة ومن السبعين الى الاربعين ومن الثلاثمائة الى السبعين ومن سائر الخلق الى الثلاثمائة هكذا الى يوم ينفخ فى الصور انتهى (قلت) وفيما ذكرنا من تعيين العدد بعض مخالفة لما مر وكأن ذلك والله تعالى اعلم ان من ذكر الاكثر بين الجميع ومن ذكر الاقل اقتصر على بيان من هم رؤساء اهل تلك الدرجة وارسخ قدما من بقيتهم فيها وكذا يقال فيما سيأتى وهو احسن مما اجاب به بعضهم من ان العدد لامفهوم له على الاصح انتهى لان فى بعضهم التقييد بانهم لايزيدون ولاينقصون وسيأتى غير هذا الجواب فتدبر ﴿ الباب الثانى ﴾ فيما ورد فيهم من الآثار النبوية الدالة على وجودهم وفضلهم على سائر البرية فقد ذكر نبذة من ذلك العلامة ابن حجر فى الفتاوى الحديثية والشهاب احمد المنينى فى شرح منظومته عن الحافظ السيوطى والامام المناوى وكذا الملا على القارى فى المعدن العدنى فى اويس

القرنى ﷺ بها ماروى عن الامام على كرم الله تعالى وجهه ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال لاتسبوا اهل الشام فان فيهم الابدال رواه الطبرانى وغيره * وفى رواية عنه مرفوعا وسبوا ظلمهم (ظلمتهم) * وفى اخرى لاتعموا فان فيهم الابدال * وفى اخرى الابدال بالشام والنجباء بالكوفة * وفى اخرى الاان الاوتاد من اهل الكوفة والابدال من اهل الشام * وفى اخرى النجباء بمصر والاخيار من اهل العراق والقطب فى اليمن والابدال بالشام وهم قليل (قلت) وقوله فى هذه الرواية النجباء بمصر مع قوله فى السابقة والنجباء بالكوفة يفيد انهم ليسوا مخصوصين بكونهم فى احد هذين المحلين بل تارة يكونون بالكوفة وتارة بمصر فلا منافاة والله تعالى اعلم * واخرج احمد عنه سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول الابدال بالشام وهم اربعون رجلا يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الاعداء ويصرف عن اهل الشام بهذا العذاب (قلت) وفى شرح الشهاب المنينى ولاينافى تقييد النصرة هنا باهل الشام اطلاقها فى الاحاديث الآخر لان نصرتهم لمن هم فى جوارهم اتم وان كانت اعم انتهى * واخرج ابن ابى الدنيا عنه سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الابدال وهم ستون رجلا فقلت يارسول الله حلهم لى قال ليسوا بالمتنطعين ولابالمبتدعين ولابالمتعمقين لم ينالوا مانالوا بكثرة صلاة ولاصيام ولاصدقة ولكن بسخاء الانفس وسلامة القلوب والنصيحة لائمتهم * وعن انس رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم قال البدلاء اربعون رجلا اثنان وعشرون بالشام وثمانية عشر بالعراق كلمات منهم واحد ابدل الله تعالى مكانه اخر فاذاجاء الامر قبضوا كلهم فعند ذلك تقوم الساعة رواه الحكيم الترمذى * وفى رواية ايضا عنه مرفوعا ان الابدال اربعون رجلا واربعون امرأة كلمات رجل ابدل الله مكانه رجلا وكلما ماتت امرأة ابدل مكانها امرأة اخرجه الديلمى فى مسند الفردوس وفى رواية عنه ايضا ان بدلاء امتى لم يدخلوا الجنة بكثرة صلاتهم ولاصيامهم ولكن دخلوها بسلامة صدورهم وسخاوة انفسهم اخرجه ابن عدى والخلال وزاد فى خبره والنصح للمسلمين * وفى رواية اخرى باسناد حسن عنه انه عليه الصلاة والسلام قال لن تخلو الارض من اربعين رجلا مثل خليل الرحمن فيهم يسقون وبهم ينصرون مامات منهم احد الاابدل الله تعالى مكانه آخر قال قتادة لسنا نشك ان الحسن منهم * وعن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال ماخلت الارض من بعد نوح عليه السلام عن سبعة يرفع الله تعالى بهم عن اهل الارض * وعن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما

قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خيار امتى فى كل قرن خمسمائة والابدال اربعون فلا الخمسمائة ينقصون ولا الاربعون كلمامات رجل ابدل الله من الخمسمائة مكانه وادخل من الاربعين مكانه قالوا يارسول الله دلنا على اعمالهم قال يعفون عمن ظلمهم ويحسنون الى من اساء اليهم ويتواسون فيما آتيهم الله اخرجه ابو نعيم وغيره * وفى رواية عنه مرفوعا لكل قرن من امتى سابقون رواه ابو نعيم فى الحلية والحكيم الترمذى * وعن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه قال قال النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله عز وجل فى الخلق ثلاثمائة قلوبهم على قلب آدم ولله فى الخلق اربعون قلوبهم على قلب ابراهيم ولله فى الخلق خمسة قلوبهم على قلب جبريل ولله فى الخلق ثلاثة قلوبهم على قلب ميكائيل ولله فى الخلق واحد قلبه على قلب اسرافيل فاذا مات الواحد ابدل الله مكانه من الثلاثة واذا مات من الثلاثة ابدل الله مكانه من الخمسة واذا مات من الخمسة ابدل الله مكانه من السبعة واذا مات من السبعة ابدل الله مكانه من الاربعين واذا مات من الاربعين ابدل الله مكانه من الثلاثمائة واذا مات من الثلاثمائة ابدل الله مكانه من العامة فبهم يحيى ويميت وينبت ويدفع البلاء قيل لابن مسعود كيف يحيى بهم ويميت قال لانهم يسئلون الله تعالى اكثار الامم فيكثرون ويدعون على الجبابرة فيقصمون ويستسقون فيسقون ويسألون فينبت لهم الارض ويدعون فيدفع بهم انواع البلاء اخرجه ابن عساكر * قال بعضهم لم يذكر النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ان احدا على قلبه اذلم يخلق الله تعالى فى عالمى الخلق والامر اعز واشرف واكرم والطف من قلبه صلى الله تعالى عليه وسلم فقلوب الانبياء والملائكة والاولياء بالاضافة الى قلبه صلى الله تعالى عليه وسلم كاضافة سائر الكواكب الى اضاءة الشمس ولعل ذلك لانه مظهر الحق بجميع صفاته بخلاف غيره فانه يكون مظهرا لبعض صفاته فى صور تجلياته على مكنوناته (اقول) ومقتضى ذلك ان لم يرد عنه عليه الصلاة والسلام ان احدا على قلبه فتأمله مع قول العارف ابن عربى فيما تقدم فى الكلام على الاوتاد من ان احدهم على قلبه صلى الله تعالى عليه وسلم ونسب ذلك المقام لنفسه وهو قدس الله سره ونفعنا به مقامه اجل من ان يوصف كما يعلم ذلك من نور الله تعالى بصيرته وطهر من داء الحسد سريرته وكانه لما كان اجل اهل تلك الدرجة باطلاع الله تعالى بطريق الكشف وكان منهم من هو على قلب ابراهيم خليل الرحمن عليه السلام وليس فوقه فى العلوم والمعارف سوى نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم قال انه على قلبه بيانا لعلو مقامه على سائر اقرانه وان لم يكن على

قلبه حقيقة ومن كل وجه فتأمل والمراد بكون احدهم على قلب نبي او ملك كما قال قدس سره في بعض كتبه انهم يتقلبون في المعارف الالهية بقلب ذلك الشخص اذ كانت واردات العلوم الالهية انما ترد على القلوب وكل علم يرد على قلب ذلك الاكبر من ملك اورسول فانه يرد على هذا القلب الذي هو على قلبه قال وربما يقول بعضهم فلان على قدم فلان وهو بهذا المعنى نفسه انتهى (تنبيه) قال الشهاب المنيني قد طعن ابن الجوزي في احاديث الابدال وحكم بوضعها وتعقبه السيوطي بان خبر الابدال صحيح وان شئت قلت متواتر وا طال ثم قال مثل هذا بالغ حد التواتر المعنوي بحيث يقطع بصحة وجود الابدال ضرورة انتهى وقال السخاوي خبر الابدال له طرق بالفاظ مختلفة كلها ضعيفة ثم ساق الاحاديث الواردة فيهم ثم قال واصح مما تقدم كله خبر احمد عن علي رضي الله تعالى عنه مرفوعا البدلاء يكونون بالشام وهم اربعون رجلا كلما مات رجل ابدل الله مكانه رجلا يسقى بهم الغيث وينصر بهم على الاعداء ويصرف بهم عن اهل الشام العذاب ثم قال السخاوي رجاله رجال الصحيح غير شريح بن عبيد وهو ثقة انتهى وقال شيخنا الحافظ ابن حجر في فتاويه الابدال وردت في عدة اخبار منها ما يصح ومالا يصح واما القطب فورد في بعض الآثار واما الغوث بالوصف المشتهر بين الصوفية فلم يثبت وفي بعض الروايات ان من علامات الابدال ان لا يولد لهم وانهم لا يلعنون شيأ انتهى * لكن قد تقدم وسيأتي ايضا في كلام سيدنا الامام الشافعي تفسير القطب بالغوث فدل على ثبوته وعلى انهما شيء واحد فاعلم ذلك وكأن مراد الحافظ ابن حجر بعدم ثبوته عدم وروده في الاحاديث النبوية الصحيحة ويكفي في ثبوته شهرته واستفاضة اخباره وذكر بين اهل هذا الطريق الطاهر والله تعالى اعلم انتهى وفي الفتاوى الحديثية ذكر الحديث الاخير عن الامام اليافعي لكن مع اختصار ومع مغايرة في اللفظ ثم قال قال الامام اليافعي قال بعض العارفين والواحد المذكور في هذا الحديث هو القطب وهو الغوث الفرد ثم قال والحديث الذي ذكره صح فيه فوائد خفية منها ان وقد يجاب بان تلك الاعداد اصطلاح بدليل وقوع الخلاف في بعضهم كالابدال فقد يكونون في ذلك العدد نظروا الى مراتب عبروا عنها بالابدال والنقباء والنجباء والاوتاد وغير ذلك مما مر والحديث نظر الى مراتب اخرى والكل متفقون على وجود تلك الاعداد (ومنها) انه يقتضي ان الملائكة افضل من الانبياء والذي دل عليه كلام اهل السنة والجماعة الا من شذ منهم ان الانبياء افضل من جميع الملائكة (ومنها) انه يقتضي ان ميكائيل افضل من جبرائيل والمشهور خلافه وان

اسرافيل افضل منهم وهو كذلك بالنسبة لميكائيل واما بالنسبه لجبريل ففيه خلاف
والادلة فيه متكافئة فقيل جبريل افضل لانه صاحب السر المخصوص بالرسالة
الى الانبياء والرسل والقائم بخدمتهم وتربيتهم وقيل اسرافيل لانه صاحب لسر
الخلائق اجمعين اذا اللوح المحفوظ في جبهته لا يطلع عليه غيره وجبريل وغيره انما
يتلقون ما فيه عنه وهو صاحب الصور القائم ملتقماله ينتظر الساعة والامر به
لينفخ فيه فيموت كل شئ الامن استثنى الله تعالى * واعلم ان هذا الحديث لم ار من
خرجه من المحدثين الذين يعتمد عليهم لكن وردت احاديث تؤيد كثيرا مما فيه
ثم ساقها وقال في اثنائها ولا تخالف بين الحديثين اى حديثى ابى نعيم واحد المتقدمين
في عدد الابدال لان البدل له اطلاقات كما يعلم من الاحاديث الآتية في تخالف
علاماتهم وصفاتهم اوانهم قد يكونون في زمان اربعين وفي آخر ثلاثين لكن ينكر
على هذا رواية ولا الاربعون كلمات رجل الخ انتهى وهو مؤيد لما قلناه سابقا
وذكر فيها واقعة مع بعض مشايخه لا بأس بذكرها قال ولقد وقع لي في هذا
البحث غريبة مع بعض مشايخي هي انى انما ربيت في حجور بعض اهل هذه
الطائفة اعنى القوم السالمين من المحذور واللوم فوقر عندى كلامهم لانه صادف
قلبا خاليا فتمكنا فلما قرأت في العلوم الظاهرة وسنى نحو اربعة عشر سنة بقراءة
مختصر ابى شجاع على شيخنا ابى عبد الله المجمع على بركته ونسكه وعلمه الشيخ
محمد الجوينى بالجامع الازهر بمصر المحروسة فلازمته مدة وكنت عنده فانجر الكلام
يوما الى ذكر القطب والنجباء والنقباء والابدال وغيرهم ممن مر فبادر
الشيخ الى انكار ذلك بغلظة وقال هذا كله لا حقيقة له وليس فيه شئ عن النبى
صلى الله تعالى عليه وسلم فقلت له وكنت اصغر الحاضرين معاذ الله
بل هذا صدق وحق لا مرية فيه لان اولياء الله تعالى اخبروا به وحاشاهم
من الكذب وممن نقل ذلك الامام اليافعى وهو رجل جمع بين العلوم الظاهرة
والباطنة فزاد انكار الشيخ واغلاظه على فلم يسعنى الا السكوت فسكتت
واضمرت انه لا ينصرني الا شيخنا شيخ الاسلام والمسلمين وامام الفقهاء والعارفين
ابو يحيي ذكريا الانصارى وكان من عادتى ان اقود الشيخ محمد الجوينى لانه كان
ضريرا واذهب انا وهو الى شيخنا المذكور اعنى شيخ الاسلام زكريا يسلم عليه
فذهبت انا والشيخ محمد الجوينى الى شيخ الاسلام فلما قربنا من محله قلت للشيخ الجوينى
لا باس ان اذكر لشيخ الاسلام مسئلة القطب ومن دونه وننظر ما عنده فيها فلما
وصلنا اليه اقبل على الشيخ الجوينى وبالغ في اكرامه وسؤال الدعاء منه ثم دعا لي

بدعوات منها اللهم فقهه فى الدين وكان كثيرا مايدعو لى بذلك فلما تم الشيخ واراد
الجوينى الانصراف قلت لشيخ الاسلام ياسيدى القطب والاوتاد والنجباء والابدال
وغيرهم ممن يذكره الصوفية هل هم موجودون حقيقة فقال نعم والله ياولدى فقلت
له ياسيدى ان الشيخ واشرت الى الشيخ الجوينى ينكر ذلك ويبالغ فى الرد على من
ذكره فقال شيخ الاسلام هكذا ياشيخ محمد وكرر ذلك عليه حتى قال له الشيخ محمد
يامولانا شيخ الاسلام آمنت بذلك وصدقت به وقد تبت فقال هذا هو الظن بك
ياشيخ محمد ثم قمنا ولم يعاتبنى الجوينى على ماصدر منى انتهى * وفى كتاب الاجوبة
المحققه عن الاسئلة المفرقة لشيخ مشايخنا اسماعيل العجلونى عن السيرة الحلبية وعن
معاذ ابن جبل رضى الله تعالى عنه انه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
ثلاث من كن فيه فهو من الابدال الذين بهم قوام الدنيا واهلها الرضاء بالله والصبر
عن محارم الله والغضب فى ذات الله * وفى الحلية لابى نعيم من قال كل يوم عشر مرات
اللهم اصلح امة محمد اللهم فرج الكرب عن امة محمد اللهم ارحم امة محمد كتب من الابدال
انتهى وقال الشبراملسى فى حواشى المواهب معنى كونه من الابدال انه مثلهم وصفا
ومصاحبة بحيث يحشر معهم يوم القيمة لاذاتا فلا ينافى ان من قال ذلك يكون منهم
وان فرض ان له اولادا كثيرة انتهى ﴿ الباب الثالث فى الكلام على بعض احوال
القطب الغوث نفعنا الله تعالى به ﴾ تقدم مايفيد ان مسكن القطب مكة اواليمن
والظاهر انه باعتبار بعض اوقاته اواغلبها يؤيد هذا مانقله الامام العارف سيدى
عبد الوهاب الشعرانى عن شيخه العارف ذى الامداد الربانى سيدى على الخواص
حيث قال فى كتابه الجواهر والدرر قلت لشيخنا رضى الله تعالى عنه هل القطب
الغوث مقيم بمكة دائما كما يقال فقال رضى الله تعالى عنه قلب القطب طواف بحضرة
الحق تعالى لايخرج من حضرته كما يطوف الناس بالبيت الحرام فهو يشهد الحق
تعالى فى كل جهة ومن كل جهة لاتحيز عنده للحق تعالى بوجه من الوجوه كما
يستدير الناس حول الكعبة ولله تعالى المثل الاعلى اذ هو رضى الله تعالى عنه متلق
عن الحق تعالى جميع مايفيضه على الخلق من البلاء والامداد فرأسه دائما يكاد
يتصدع من ثقل الواردات واما جسده فلا يختص بمكة ولا غيرها بل هو حيث
شاء الله تعالى . وسمعته يقول اكمل البلاد البلد الحرام واكمل البيوت البيت الحرام
واكمل الخلق فى كل عصر القطب فالبلد نظير جسده والبيت نظير قلبه ويتفرع
الامداد عنه للخلق بحسب استعدادهم وانما كانت الامدادات اكثرها تنزل بمكة
لقوله تعالى ﴿ يجبى اليه ثمرات كل شئ ﴾ لاسيما من اتاه محرما من بلاد بعيدة اذ

الامدادات الالهية لاتنزل على عبد الا اذا تجرد من رؤية حسناته وصار فقيرا قال تعالى (انما الصدقات للفقراء والمساكين) ولذلك ورد ان من حج ولم يرفث ولم يفسق خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه فيولد هنالك ولادة جديدة وربما كانت حسنات بعض الناس كالذنوب بالنظر الى ذلك المحل الاقدس فقلت له فهل يحيط احد من الاولياء باخلاق القطب رضى الله تعالى عنه فقال قل من الاولياء من يعرف القطب فضلا عن ان يحيط باخلاقه بل قال بعضهم ان القطب الغوث لا يرى الابصورة استعداد الرآئى انتهى (وقال ايضا سألت شيخنا رضى الله تعالى عنه عن مدة القطب هل له مدة معينة اذا وليها ولى وهل يصح عزل القطب ام لا يعزل الا بالموت فقال رضى الله تعالى عنه ذهب جماعة الى ان مدة القطب كغيرها من الولايات يقيم فيها صاحبها ماشاء الله تعالى ثم يعزل والذى اقول به وساعده الوجود ان القطبية ليس لها مدة معينة واذا وليها صاحبها لايعزل الا بالموت لانه لايصح فى حقه خروج عن العدل حتى يعزل قال وايضاح ذلك ان الفروع تابعة للاصول وقد اقام صلى الله تعالى عليه وسلم فى القطبية الكبرى مدة رسالته وهى ثلاث وعشرون سنة على الاصح واتفقوا على انه ليس بعده احد افضل من ابى بكر الصديق رضى الله تعالى عنه وقد اقام فى خلافته عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم سنتين ونحو اربعة اشهر وهو اول اقطاب هذه الامة وكذلك مدة خلافة عمر وعثمان وعلى ومن بعدهم الى ظهور المهدى عليه السلام وهو آخر الاقطاب من الخلفاء المحمديين ثم ينزل بعده قطب وقته وخليفة الله تعالى فى الارض عيسى بن مريم عليه السلام فيقيم فى الخلافة اربعين سنة كما ورد فعلم ان الحق عدم تقدير مدة القطابة بمدة معينة وان كانت ثقيلة على صاحبها كالجبال فان الله تعالى يعينه عليها اذ لا ينزل بلاء من السماء والارض الا بعد نزوله على القطب ولذلك كان من شأنه دائما تصدع الرأس حتى كأن احدا يضربه فيها بطير ليلا ونهارا قال وبلغنا عن الشيخ ابى النجا سالم المدفون بمدينة فوه انه اقام فى القطبية اربعين يوما ثم مات وقيل انه اقام فيها عشرة ايام وبلغنا مثل ذلك عن الشيخ ابى مدين المغربى فقلت لشيخنا فهل يشترط ان يكون القطب من اهل البيت كما قاله بعضهم فقال لايشترط ذلك لانها طريق وهب يعطيها الله تعالى لمن شاء فتكون فى الاشراف وغيرهم انتهى ﴿فصل﴾ قد علمت مما ذكر ان القطب مختف عن اكثر الناس وانه لايطلع عليه الا الافراد منهم وكانه لعظم ما تحمله من الواردات وثقل اعبائها التى تعجز عنها المخلوقات وعظم ما كساه الله تعالى من الهيبة والوقار لاتكاد تطيق رؤيته الابصار * وقد افصح

عن ذلك الامام الشعرانى فى كتابه المذكور حيث قال قال شيخنا رضى الله تعالى عنه واكثر الاولياء ولايصح لهم الاجتماع به ولايعرفونه فضلا عن غيرهم فان من شأنه الخفاء ولو انه ظهر لشخص لم يستطع ان يرفع رأسه فى وجهه الا ان كان مؤهلا لذلك وقد ادخلوا شخصا على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فارعد من هيبته فقال له رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم هون عليك فانما انا ابن امرأة من قريش كانت تأكل القديد هذا حال من راى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مع انه اكثر الخلق تواضعا والقطب بيقين نائبه فى الارض (قلت) وقد حكى السيد الشريف الشيخ شرف الدين العالم الصالح بزاوية الخطاب بمصر المحروسة قال حكى لى سيدى الشيخ عثمان الخطاب انه لما حج معه شيخه العارف بالله تعالى سيدى الشيخ ابوبكر الدقدوسى رحمه الله تعالى سأله ان يجمعه بالقطب بمكة فقال ياعثمان لاتطيق رؤيته فقال لابد واقسم على شيخه بين زمزم والمقام وقال لاتقم من هنا حتى يحضر فصارت رأس سيدى عثمان تثقل الى ان وصلت لحيته بين الخاذه قهرا عليه فجاء القطب فجلس وصار يتحدث مع الشيخ ابى بكر زمانا ثم قال له القطب استوص بعثمان خيرا فانه ان عاش صار رجلا من رجال الله تعالى فلما اراد القطب الانصراف قرأ الفاتحة وسورة لايلاف قريش ثم عاد وانصرف فلما شيعه الشيخ ابوبكر ورجع صار يكبس رقبة سيدى عثمان زمانا حتى استطاع ان يسمع كلامه وقال ياعثمان هذا حالك من سماع كلامه فكيف لو رأيت شخصه ومن ذلك الوقت ما كان سيدى عثمان يجتمع بشخص ويفارقه حتى يقرأ الفاتحة وسورة قريش تبركا بما سمعه من هدى القطب رضى الله تعالى عنه فاعلم ذلك انتهى كلام سيدى الشعرانى . وقال العلامة الشيخ محمد الشوبرى فى جواب سؤال ورد عليه فى هذا الشان قال الامام الشافعى نفعنا الله تعالى به فى كتابه كفاية المعتقد فى اثناء كلام نقله عن بعض العارفين وقد سترت احوال القطب وهو الغوث عن العامة والخاصة غيرة من الحق تعالى عليه غير انه يرى عالما كجاهل وابله كفطن تاركا آخذا قريبا بعيدة سهلا عسرا آمنا حذرا وكشف احوال الاوتاد للخاصة وكشف احوال الابدال للخاصة والعارفين وسترت احوال النجباء والنقباء عن العامة خاصة وكشف بعضهم لبعض وكشف حال الصالحين للعموم والخصوص (ليقضى الله امرا كان مفعولا) انتهى

﴿ الباب الرابع ﴾ فى بيان ماينزل على القطب وكيفية تصرفه فيما يرد عليه قال سيدى عبد الوهاب الشعرانى فى الجوهر والدرر قلت لشيخنا رضى الله تعالى عنه هل ينزل على القطب البلاء النازل على الخلق ثم ينتشر منه كما ينزل عليه النعم والامداد

ام حكم الافاضة خاص بالنعم فقط فقال رضى الله تعالى عنه نعم ينزل عليه البلاء الخاص باهل الارض كلهم ثم يفيض عنه فاذا نزل عليه بلية تلقاها بالخوف والقبول ثم ينتظر مايظهره الله تعالى فى اللوح المحفوظ والاثبات الخصيصة بالاطلاق والسراح فان ظهر له المحو والتبديل نفذ قضاء الله تعالى وامضاه بواسطة اهل التسليك الذين هم سدنة حضرته بحيث لايشعرون الامر مفاضا عليهم منه رضى الله تعالى عنه فان ظهر له الاثبات لذلك وعدم المحو دفعه الى اقرب عدد ونسبة منه وهما الامامان فيحملانه ثم يدفعانه الى اقرب نسبة منهما وهم الاوتاد الاربعة وهكذا حتى يتنازل الى اهل دائرته جميعا فان لم يرتفع تفرقته الافراد وغيرهم من العارفين الى احاد عموم المؤمنين حتى يرفعه الله عزوجل بتحملهم وكثيرا مايجد احد فى نفسه ضيقا وحرجا لايعرف سببه وبعضهم يحصل له قلق يمنعه من النوم بالليل وبعضهم يحصل له غفلة وكثرة صمت حتى لايستطيع النطق بحرف واحد وكل ذلك من البلاء الذى توزع عليهم ولولم يحصل توزيع لتلاشى من نزل عليهم البلاء فى طرفة عين فلذلك قال الله تعالى (ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض ولكن الله ذوفضل على العالمين) ﴿ الخاتمه ﴾ وحيث انجر بنا الكلام الى ماذكرنا من امر القطب اعاد الله تعالى علينا من بركاته . ولحنا بلمحة من لمحاته . وبيان شأنه العجيب وحاله الغريب . الذى هو شئ خارج عن العادة * وامر خارق لايظهر الاعلى يد من ايده الله تعالى واراده * فلنصرف عنان مطية البنان . ونحل عقال راحلة البيان . نحو الكلام على الكرامات* وخوارق العادات وتقدم بين يدى ذلك الكلام على الولى الذى تظهر على يديه (فنقول) قال سيدنا الامام ابو القاسم عبد الكريم بن هوازن القشيرى فى الرسالة (فان قيل) فامعنى الولى قيل يحتمل امرين احدهما ان يكون فعيلا مبالغة من الفاعل كالعليم والقدير وغيرهما ويكون معناه من توالت طاعته من غير تخلل معصية ويجوز ان يكون فعيلا بمعنى مفعول كقتيل بمعنى مقتول وجريح بمعنى مجروح وهو الذى يتولى الحق سبحانه حفظه وحراسته على الادامة والتوالى فلايلحق به الخذلان الذى هو قدرة العصيان ويديم توفيقه الذى هو قدرة الطاعات قال الله تعالى (وهو يتولى الصالحين) انتهى وهو يفيد اشتراط كون الولى محفوظا كما يشترط فى النبى ان يكون معصوما ولكن على معنى ان الله يحفظه من تماديه فى الزالى والخطأ ان وقع فيهما بان يلهمه التوبة فيتوب منهما والا فهما لايقدحان فى ولايته كما صرح به فى الرسالة * وفيها قيل للجنيد العارف يزنى ياابا القاسم فاطرق مليا ثم رفع

رأسه وقال و كان امر الله قدرا مقدورا * وفيها ايضا (فان قيل) فالغالب على الولى فى اوان صحوه (قيل) صدقه فى اداء حقوقه سبحانه ثم رفقه وشفقته على الخلق فى جميع احواله ثم انبساط رحته لكافة الخلق ثم دوام تحمله عنهم بجميل الحق وابتدائه لطلبة الاحسان من الله تعالى اليهم من غير التماس منهم وتعليق الهمة بنجاة الخلق وترك الانتقام منهم والتوقى عن استشعار حقد عليهم مع قصر اليد عن اموالهم وترك الطمع من كل وجه فيهم وقبض اللسان عن بسطه بالسوء فيهم والتصاون عن شهود مساويهم ولا يكون خصما لاحد فى الدنيا والآخرة انتهى (اذا علمت) ذلك فنقول الكرامة هى ظهور امر خارق للعادة على يد عبد ظاهر الصلاح ملتزم لمتابعة نبى من الانبياء مقترنا بصحيح الاعتقاد والعمل الصالح غير مقارن لدعوى النبوة وبهذا متاز عن المعجزة وبمقارنة صحيح الاعتقاد والعمل الصالح عن الاستدراج وعن مؤكدات تكذيب الكذابين كما روى ان مسيلمة (بكسر اللام) دعا لاعور ان تصير عينه العورا صحيحة فصارت عينه الصحيحة عوراو بصق فى بئر لتزداد حلاوة مائها فصار ملحا اجاجا ومسح على رأس يتيم فصار اقرع وهذا يسمى اهانة كما امتازت بكونها على يد ولى عما يسمى معونة وهى الخوارق الظاهرة على ايدى عوام المسلمين تخليصا لهم من المحن والمكاره * وبهذا ظهر ان الخوارق اربعة معجزة وكرامة واهانة ومعونة وعليه اقتصر بعضهم * وزاد بعض المتأخرين الارهاص اى التأسيس وهو ما يكون قبل دعوى النبوة كتسليم الحجر واظلال الغمام قبل البعثة على النبى عليه الصلاة والسلام والاستدراج وهو مايظهر على يد ظاهر الفسق وهى طبق دعواه بلا سبب كما وقع لفرعون السحر والشعبذة وهو مايكون بسبب كاكل الحيات وهى تلدغه ولا يتأثر لها (ثم اعلم) ان كل خارق ظهر على يد احد من العارفين فهو ذو جهتين جهة كرامة من حيث ظهوره على يد ذلك العارف وجهة معجزة للرسول من حيث ان الذى ظهرت هذه الكرامة على يد واحد من امته لانه لا يظهر بتلك الكرامة الاتى بها ولى الا وهو محق فى ديانته وديانته هى التصديق والاقرار برسالة ذلك الرسول مع الاطاعة لاوامره ونواهيه حتى لو ادعى هذا الولى الاستقلال بنفسه وعدم المتابعة لم يكن وليا ولم يظهر ذلك على يده فالخارق بالنسبة الى النبى لا يكون الا معجزة سواء ظهر من قبله فقط او من قبل احاد امته وبالنسبة الى الولى لا يكون الا كرامة لخلوه عن دعوى من ظهر على يده على النبوة فالنبى لابد من علمه بكونه نبيا ومن قصده اظهار خوارق العادات ومن حكمه قطعا بموجب المعجزات بخلاف الولى قاله بعض

المحققين * وقد اشار الى ذلك ايضا الامام القشيرى فى رسالته * ثم قال وهذا ابو يزيد البسطامى سئل عن هذه المسئلة فقال مثل ماحصل للانبياء عليهم الصلاة والسلام كمثل زق فيه عسل ترشح منه قطرة فتلك القطرة مثل ماجميع الاولياء ومافى الظرف مثل مالنبينا عليه الصلاة والسلام انتهى * وفيما اشارة الى جواز كون الكرامة من جنس ماوقع معجزة للانبياء كانفلاق البحر وانقلاب العصى حية واحياء الموتى خلافا لمن منع كونها من جنس ذلك زعما منهم انها لاتمتاز عن المعجزة الابذلك وفى عمدة المريد للبرهان اللقانى قال السعد نقلا عن الامام فى رد هذه المقالات وهذه الطرق غير سديدة والمرضى عندنا تجويز جميع خوارق العادات فى معرض الكرامات وانما تمتاز عن المعجزات بخلوها عن دعوى النبوة حتى لوادعى الولى النبوة صار عدو الله تعالى لايستحق الكرامة بل اللعنة والاهانة انتهى * ثم نقل فيهامشه عن الامام النووى حيث جعل ماقاله البعض غلطا وانكارا للحس وان الصواب جريانها بقلب الاعيان ونحوه قلت ومشى عليه الامام النسفى ونظمه شارح الوهبانيه فقال

واثباتها فى كل ماكان خارقا * عن النسفى النجم يروى وينصر

فاعلم ذلك (تتمة) قال فى الرسالة واعلم انه ليس للولى مساكنة (اى سكون) الى الكرامة التى تظهر عليه ولاله ملاحظة وربما يكون لهم فى ظهور جنسها قوة يقين وزيادة بصيرة لتحققهم ان ذلك فعل الله تعالى فيستدلون بذلك على صحة ماهم عليه من العقائد وبالجملة فالقول بجواز ظهورها على الاولياء واجب وعليه جمهور اهل المعرفة ولكثرة ماتواتر باجناسها الاخبار والحكايات صار العلم بكونها وظهورها على الاولياء فى الجملة علما قويا انتفى عنه الشكوك ومن توسط هذه الطائفة وتواتر عليه حكاياتهم واخبارهم لم يبق له شبهة فى ذلك على الجملة ومن دلائل هذه الجملة نص القرآن فى قصة صاحب سليمان عليه الصلاة والسلام حيث قال (انا اتيك به قبل ان يرتد اليك طرفك) ولم يكن نبيا والاثر عن امير المؤمنين عمر رضى الله تعالى عنه صحيح انه قال ياسارية الجبل فى حال خطبته فى يوم الجمعة وتبليغ صوت عمر رضى الله تعالى عنه الى سارية فى ذلك الوقت حتى تحرز من مكامن العدو من الجبل فى تلك الساعة * ثم قال بعد كلام ذكره ومما شهد من القرآن على اظهار الكرامات على الاولياء قوله تعالى فى قصة مريم ولم تكن نبيا ولارسولا (كلما دخل عليها زكريا المحراب وجد عندها رزقا) وكان يقول انى لك هذا فتقول مريم هو من عند الله وقوله سبحانه لمريم (وهزى اليك

بجزع النخلة تساقط عليك رطبا جنيا) وكان فى غير اوان الرطب . وكذلك قصة اصحاب الكهف والا عاجيب التى ظهرت عليهم من كلام الكلب معهم وغير ذلك * ومن ذلك قصة ذى القرنين وتمكينه سبحانه له مالم يكن لغيره * ومن ذلك ماظهر على يد الخضر من اقامة الجدار وغيره من الاعاجيب وما كان يعرفه مما خفى على موسى عليه الصلاة والسلام كل ذلك امور نافضة للعادة اختص الخضر بها ولم يكن نبيا بل كان وليا ثم نقل من الآثار والاخبار والحكايات العجيبة عن الاخيار * من الصحابة والتابعين * والائمة المعتبرين واطال فى ذلك جدا * مما لا يستطيع له المنكر ردا * ولو التزمنا ذكر ذلك لخرجنا عن المقصود * فسبحان الملك المعبود * الذى تفرد فى الوجود بافاضة الخير والجود * يمنح من فضله ماشاء * ويختص برحمته من يشاء نسأله سبحانه وتعالى ان يميتنا على حبهم * وان يسقينا من رحيقهم وشربهم * وان يعيد علينا من بركاتهم الظاهرة * وينفعنا بانفاسهم الطاهرة ويلبسنا من حللهم الفاخرة * ويجعلنا من اشياعهم فى الدنيا والآخرة انه اكرم الاكرمين * وارحم الراحمين * وصلى الله تعالى على سيدنا وسندنا محمد خير المقربين * وعلى آله واصحابه * واتباعه واحزابه . الى يوم الدين نجز تحرير هذه المقالة فى نهار الاربعا الثامن من شواله سنة ١٢٢٤ قال سيدى المؤلف رحمه الله تعالى وقد يسر المولى ختم تهذيب هذه المقالة وتذهيب دملج هذه العجالة بتوسلات الهمت لهذا العبد الضعيف * بهولاء القوم ذوى المقام المنيف راجيا من الله تعالى القبول * بحرمة نبيه النبيه الرسول * واتباعه ذوى القرب والوصول * عوالى الفروع ثوابت الاصول . فقلت * وعلى الله اتكلت

توسل الى الله الجليل باقطاب	*	وقف طارقا باب الفتوح على لباب
وبالسادة الابدال دوما ذوى النقبا	*	وبالسادة الاوتاد ثم بانجاب
كذلك بالاخيار والنقبا تفز	*	بخير على قطر السما والحصى رابى
فهم عدة للناس من كل نازل	*	بهم يتقى من كل ضير واوصاب
اولئك اقوام رقوا ذروة العلى	*	وحلوا مقاما ليس يدرى باطناب
وراضوا بما ارضاهم نفوسا وما رضوا	*	لها غير ذل وانكسار باعتاب
ففازوا بعز لاينال لغيرهم	*	بخدمة مولى عنه ليسوا بغياب
فكن راقيا فى حبهم صهوة وكن	*	لخود هداهم خير ساع وخطاب
وكن دائما مستمسكا لاذنابهم	*	ودع قول افاك جهول ومرتاب
وقل سيدى يامن له الامر كله	*	ومنه يفاض الخير من غير تطلاب

سألتك بالمختار سيدهم ومن * علا كل عبد ناسك لك اواب
محمد المبعوث من خير عنصر * واشرف آباء واطهر اصلاب
باكرم آل طاهرين من الردى * وارفع اتباع واشرف اصحاب
بصديقه خير الائمة بعده * كذا عمر الفاروق ذاك ابن خطاب
بعثمان ذى النورين جامع ذكره * بحيدرة الضرغا اشجع غلاب
وبالقرنى المحجوب عن اهل عصره * اويس امام الفضل من غير حجاب
باهل اجتهاد فى القضايا ومن غدا * لهم تابعا للفضل والعلم طلاب
بقطب رحى هذا الزمان وحزبه * ائمة هذا الكون منحة تواب
اغثنى اغثنى يامجيب ونجنى * بهم من همومى ثم ضيق واتعابى
وكن راحما ضعفى وغافر ذلتى * وذنبى الذى اعيي الاساة واودى بى
وكن مشفعالى يوم ليس بنافع * سوى العفو من مال وخل واتراب
وعم مدى الازمان بى منهج التقى * بتيسير الطاف وتيسير اسباب
وحقق رجاىء منك واستر تفضلا * ذنوبى من العفو الجميل باثواب
كذلك اشياخى وصحبى ووالدى * طرا وانصارى جميعا واحبابى
وصل وسلم ياالهى مباركا * على المصطفى خير الورى مراحقاب
وآل واصحاب وحزب به اقتدوا * فهم خير اصحاب وآل واحزاب